ہفت روزہ

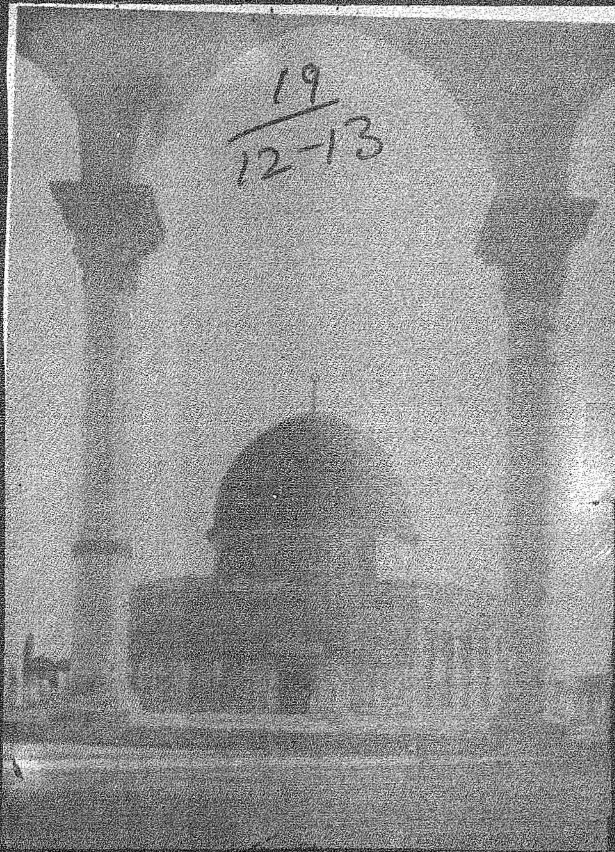
خدام الدین

لاہور
پاکستان

بانی:
شیخ التفسیر
حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

مدیر اعلیٰ
مولانا عبید اللہ انور
امیر انجمن خدام الدین لاہور

ایڈیٹر
مجاہد الحسینی



بدل اشتراک

سالانہ ——— ۱۸ روپے
ششماہی ——— ۱۰ روپے
سہ ماہی ——— ۵ روپے

فی شمارہ ۴۰ پیسے

جلد نمبر ۱۹ ——— شمارہ نمبر ۱۲

۱۷ر۲۳ رجب المرجب ۱۳۹۳ھ ۰ ۱۷ر۲۳ اگست ۱۹۷۳ء

مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور پاکستان

شیرانوالہ دروازہ لاہور ——— فون نمبر: ۶۶۵۴۵

مولانا عبیداللہ سندھی رح

ایک انقلابی شخصیت

محمد مقبول عالم بی اے لاہور

○ اے قائدِ انقلاب!
تو پنجاب کے ایک سکھ گھرانے میں پیدا ہوا۔
تُو نے پہلا انقلابی کارنامہ یہ سرانجام دیا۔
کہ سکھ مت کے چولے کو اپنے بدن پر تنگ پایا۔
اُسے اتار پھینکا،
اور اسلام کا کھلا لباس زیبِ تن کر لیا۔
تُو نے اپنا نام عبیداللہ ابن اسلام تجویز کیا،
آج دنیا تجھے قائدِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ
کے نام سے پکارتی ہے۔

○ تو سندھ میں ایک ایسے بزرگ کی خدمت میں پہنچا
جو بہت بڑے مسلم انقلابی تھے،
اس نے تجھے اپنا بیٹا بنایا
اور تو سندھی کہلایا
یہ تھے امام العارفین حضرت حافظ محمد صدیق
بھر چونڈی شریف والے۔
پھر تجھے ان کے دو انقلابی رفقاء کی رفاقت
نصیب ہوئی۔
یعنی حضرت مولانا تاج محمود امروٹیؒ اور
حضرت خلیفہ غلام محمد دین پوریؒ۔

○ تو اسلام کی انقلابی تعلیم حاصل کرنے کے لیے
مرکزِ انقلاب دارالعلوم دیوبند پہنچا۔
وہاں استاذِ انقلاب حضرت شیخ الہند محمود حسنؒ
کے حلقے میں داخل ہو گیا۔
تُو نے ان سے حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ
دہلویؒ کا اسلامی انقلابی فکر پڑھا۔
اب تجھے نہایت پختہ اور جامع فکر ہاتھ آ گیا۔
یہ وہ فکرِ صحیح ہے جو اس دور کے لیے دیا
گیا ہے۔
اب تیرے دل و دماغ کو اطمینان مل گیا،
اور تو اس فکر کا داعی بلکہ قائد بن گیا۔

○ تیری انقلابی طبیعت تجھے وطن سے باہر کابل
کے بین الاقوامی مرکز میں لے گئی
وہاں تیری انقلابی سرگرمیاں سات برس تک
جاری رہیں
جنگ عظیم اول کے بعد سیاستِ عالم نے
پلٹا کھایا
انگریز نے بھی برعظیم ہند کو اختیارات دینے
کا اعلان کر دیا۔

○ کابل سے تو آگے بڑھا
اور اشتراکی روس پہنچ گیا
اُن کا لادینی اشتراکی انقلاب دیکھا
تو اپنے اسلامی اجتماعی انقلاب کے لیے
مضطرب ہو گیا
تُو نے دیکھ لیا کہ اسلام کا انقلابی فکر جسے
حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے پیش کیا
تمام غیر اسلامی افکار پر غالب آ سکتا ہے
اور مسلمانوں کو اس دور میں سربلندی دلا سکتا ہے۔

○ اب تو ترکی پہنچا،
کمال اتاترک کا فوجی انقلاب دیکھا۔
تُو نے برعظیم ہند کے لیے وفاقی جمہوریتوں
کے آئین کے نام سے اپنا انقلابی منشور
شائع کیا۔
اس میں برعظیم ہند کی اس طرح تقسیم کا نظریہ
پیش کیا
جس سے انگریز سے آزادی ملنے کے بعد
مسلمان ہندو اکثریت کے غلبے سے بھی محفوظ
رہے۔
اور مسلمان برعظیم ہند کے ایسے حصوں میں
جہاں اس کی اکثریت ہے،
حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے انقلابی
اجتماعی فکر کی بنیاد پر
اسلامی نظام کا عملی نمونہ دنیا کے سامنے پیش
کرے
اور تمام غیر اسلامی نظاموں کے مقابلے میں
اس کی برتری منوائے۔

○ پھر تو مکہ مکرمہ پہنچا
وہاں بارہ برس مقیم رہا،
قرآن حکیم اور فکرِ ولی اللٰہی کا گہرا مطالعہ کرتا رہا۔
اور اپنے دوستوں کو بھی اس فکر کا درس
دیتا رہا۔

○ آخر تو نے محسوس کیا کہ اب انگریز عنقریب
برعظیم ہند سے رخصت ہونے والا ہے۔
مسلمان کو مستقبل کے پروگرام سے آگاہ کرنا
چاہیے۔
تو پچیس برس کی جلاوطنی کے بعد واپس وطن پہنچا
اور مسلمانوں کو اپنے انقلابی فکر کی تلقین کرتا رہا،
تاکہ وہ اس کے لیے جدوجہد کریں،
اس کے مطابق معاشرے اور مملکت کا نظام بنائیں
اور دنیا کو اس نظام کا عملی نمونہ دکھائیں
اور اس کی برتری منوائیں۔

○ تو پانچ برس تک دیوانہ وار تگ و دو کرتا رہا،
اور سب کو اپنا پیغام سناتا رہا۔
کہیں بیت الحکمت جاری کیے،
جمنا نربدا سندھ ساگر پارٹی بنائی،
آخر انقلابی نوجوانوں کی تیاری کے لیے ولی اللہ
کالج لاہور قائم کرنے کا پروگرام شائع کیا۔
جس میں جامع نظامِ تعلیم رائج کیا جائے۔
اس درسگاہ کو چلانے اور فکرِ ولی اللٰہی کی
اشاعت کرنے کے لیے
تُو نے ولی اللہ سوسائٹی لاہور کی بنیاد رکھی،
یہ تیرا آخری پروگرام تھا۔

○ تو بہت بوڑھا ہو چکا تھا
آخر جسم کی طاقت نے جواب دے دیا

(باقی صفحہ ...)

امام ولی اللہ دہلویؒ اور کارل مارکس

مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی نظر میں

حکیم الہند امام ولی اللہ دہلویؒ کے چوتھے اصول
کہ "کسی سوسائٹی میں عدل و انصاف پیدا نہیں ہو سکتا۔
جب تک رزق کمانے والی جماعتوں پر ان کی طاقت سے
زیادہ بوجھ ڈالنے سے احتراز کلی نہ برتا جائے۔" ہم اس
وقت تک نہیں سمجھ سکے جب تک ہم نے یورپ جا کر
سوشلزم کا مطالعہ نہیں کر لیا۔ جن رفقاء نے ہمیں
اس مطالعہ میں مدد دی وہ عموماً کارل مارکس کے متبع
تھے۔ اس کے احترام میں ہمارے یہ رفقاء اس قدر
مبالغہ کرتے جس سے ہمیں تکلیف ہوتی۔ اس احترام
اور فضیلت کا مدار وہ کارل مارکس کے اقتصادی
نظام کو بتاتے۔ ہم حیران رہ گئے۔ جب اس قسم کے
انقلابی پروگرام کے تمام حصے ہم نے حکیم الہندؒ کی
تصانیف میں جو کارل مارکس سے بہت پہلے گزرے ہیں
نہایت بسط سے مدون پائے۔ امام ولی اللہؒ ۱۱۷۶ھ ۱۷۶۲ء
میں فوت ہوئے اور کارل مارکس ۱۸۱۸ء میں پیدا ہوا۔
(امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ)

خدام الدین

۱۷، ۲۴ راگست، ۱۹۷۳ء
۱۷، ۲۴ ررجب المرجب، ۱۳۹۳ھ

جلد ۱۹ شمارہ ۱۲/۱۳



رئیس الادارہ
جانشین شیخ التفسیر
مولانا عبید اللہ انور
مدیر
مجاہد الحسینی

قیامت خیز سیلاب — عذابِ الٰہی

نجات کے لئے پوری قوم خدا کے حضور اپنے گناہوں کی معافی مانگے

پاکستان کی ربع صدی کی زندگی طرح طرح کی مصیبتوں، جنگوں، قیامت خیز سیلابوں، سیاسی افراتفری، خانہ جنگی، غارت گری اور ہوشربا گرانی کا شکار رہی ہے اور یہ صورت حال بدستور قائم و دائم ہے اس ملک کی تاریخ میں شاید ہی کوئی ایسا لمحہ آیا ہو جس میں یہاں کے باشندوں نے امن و سکون اور طمانیت کا سانس لیا ہو ۱۹۷۱ء کی پاک بھارت جنگ کے اثرات ہنوز باقی تھے۔ آدھا ملک ویسے ہی کٹ گیا۔ نوے ہزار فرزندان اسلام بھارت کے ظالمانہ شکنجے میں جکڑے ہوئے تھے۔ ملک پر قحط سالی کا دور دورہ تھا۔ سیاسی افراتفری کے باعث ہر شخص پریشان حال تھا کہ یکایک بارشوں کا لامتناہی سلسلہ شروع ہوگیا اور نتیجۃً پورا ملک خصوصاً پنجاب، بہاولپور اور سندھ قیامت خیز سیلاب کی لپیٹ میں آگئے۔ لاکھوں انسان بے گھر ہوگئے۔ ہزاروں مرد، عورتیں اور بچے پانی کے تیز دھارے میں بہہ گئے کچی آبادیاں تہس نہس ہو گئیں بڑے بڑے دیہات کا نام و نشان مٹ گیا۔ اور بچے کھچے لوگ نیلگوں چھت کے نیچے مٹی کے اونچے ٹیلوں نہروں کے کناروں اور ریلوے اسٹیشنوں کے پلیٹ فارموں پر انتہائی کس مپرسی کے عالم میں بیٹھے ہیں۔ وہ زندگی کے اثاثے سے بالکل محروم ہوگئے ہیں۔ ملک کا نظام مواصلات درہم برہم ہوگیا ہے۔ پاکستان کی تاریخ کا یہ پہلا موقع ہے کہ ملک کے تمام بڑے بڑے شہروں کا باہم ربط منقطع ہوگیا اور ہر طرف سیلاب نے تباہی مچاکر قیامت صغریٰ برپا کردی ہے۔ سیلاب سے محفوظ شہروں کے لوگ وہاں کے مخیر حضرات فوج کے دلیر اور بہادر سپاہی انتظامیہ کے حساس ارباب اختیار اور دینی و سیاسی جماعتیں پوری مستعدی اور تندہی کے ساتھ اگرچہ سیلاب زدگان کی ہر ممکن امداد کر رہی ہیں۔ اور انہیں تمام مادی اشیاء فراہم کرنے کی بھرپور کوششیں جاری ہیں۔ لیکن — حقیقت یہ ہے — کہ پاکستان مادی وسائل و ذرائع کی کمی یا ان کے فقدان کا شکار نہیں۔ بلکہ یہ ملک اور یہاں کے باشندے خداوند تعالیٰ کے احکام سے نافرمانی، حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم سے بے وفائی — اور اسلامی تعلیمات سے بیگانگی اور بے پروائی کے باعث سخت قسم کے عذاب الٰہی میں مبتلا ہیں اس عذاب سے نجات پانے کے لیے ضروری ہے کہ پوری قوم اپنے گناہوں سے توبہ کرے، معافی مانگے اور خداوند قدوس کے حضور نہایت عاجزی اور انکساری کے ساتھ رو رو کر دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ اس خطۂ زمین پر رحم فرمائے اور اس ملک کے باشندوں کے گناہوں، کوتاہیوں اور لغزشوں کو معاف فرمائے۔

پاکستان کے عوام خلوص نیت کے ساتھ توبہ و استغفار کریں گے تو انشاء اللہ — یہ ملک عذاب کی خطرناک گرفت سے ضرور نجات پا جائے گا۔ اور مصیبتوں، جنگوں، سیلابوں، سیاسی افراتفری، خانہ جنگی، قتل و غارت گری، اخلاقی بے راہ روی، بے حیائی، عریانی و فحاشی اور ہوشربا قحط سالی

سیلاب زدگان کی بھرپور مدد کیجیے

قیامت خیز سیلاب کے باعث ملکی عوام جس قسم کے عذاب الٰہی میں گرفتار ہیں محتاج بیان نہیں۔ ہزاروں مرد عورتیں اور بچے پانی کی تند و تیز لہروں کی نذر ہوگئے۔ لاکھوں انسانوں کا گھر بار اجڑ گیا۔ بڑے بڑے دیہاتوں کا نام و نشان مٹ گیا۔ فصلیں اور اناج ویران ہوگئے۔ ہر طرف قیامت صغریٰ کا منظر دکھائی دیتا ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے گویا پورا ملک عذاب الٰہی کی مضبوط گرفت میں ہے ایسے ہولناک حالات میں ہمارا ملّی اور اخلاقی فرض ہے کہ

۱۔ اپنے تمام گناہوں، خطاؤں اور کوتاہیوں سے خلوص نیت کے ساتھ توبہ کریں تاکہ اللہ تعالیٰ راضی ہوجائیں اور عذاب سے نجات حاصل ہوجائے۔

۲۔ یہ کہ ہم اپنے مصیبت زدہ اور نہایت کس مپرسی کی حالت میں زندگی کے تلخ ایام گذارنے والوں کی ہر ممکن امداد کرکے ان کے لیے راحتیں اور آسائشیں مہیا کریں اور ان کی تکلیفوں اور دکھوں کا مداوا کریں۔

لہٰذا۔ ان تمام مخیر حضرات اور اہل ثروت سے میری پرزور اپیل ہے کہ وہ سیلاب کی ہلاکت خیزی کے باعث اپنے مصیبت زدہ بھائیوں کی دل کھول کر مدد کریں اور خوراک پوشاک اور دیگر تمام ضروریات زندگی فراہم کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کریں اللہ تعالیٰ اس کا اجر عظیم عطا فرمائیں گے۔

دعاگو۔ جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ
امیر انجمن خدام الدین لاہور — امیر جمعیۃ علماء اسلام پنجاب

وغیرہ انواع و اقسام کے عذاب سے چھٹکارا مل جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہماری خطائیں معاف کرے، امن و سکون اور راحت و عافیت کا دور دورہ فرمائے آمین۔ ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا

مجاہد الحسینی
۲۱ اگست ۱۹۷۳ء

● اذان کا احترام کرانے پر قتل؟

عیسائی سکولوں میں تعلیم اور سینماؤں کی اخلاقی تربیت کا ثمرہ اور کیا ہو؟

ایک خبر ہے کہ لائلپور کی کپڑا مارکیٹ منڈر گلی میں دو نوجوانوں کو قتل اور دو کو صرف اس بات پر زخمی کر دیا کیونکہ ان لڑکوں نے اپنے ہمسایہ دکانداروں کو اذان کے وقت بلند آواز سے ریڈیو چلانے پر منع کیا تھا۔ ان دکانداروں نے ریڈیو چلانے کی بندش کا برا منایا اور تلخ کلامی کی۔ دوسرے دکانداروں نے شام کو ان کی باہمی صلح کرا دی اور مٹھائی کے ساتھ چائے نوش کرائی۔ دوسرے روز صبح کے وقت جب نوجوان دکاندار اپنی دکانیں کھول رہے تھے تو ریڈیو چلانے والے لڑکوں نے اپنے ساتھیوں سمیت خنجروں سے مسلح ہو کر قاتلانہ حملہ کر دیا جس کے نتیجہ میں دو نوجوان لڑکے موقع پر ہی موت کی آغوش میں چلے گئے اور دو سخت نازک حالت میں لائلپور کے سرکاری ہسپتال میں زیر علاج ہیں۔

اذان کا احترام کرانے کی پاداش میں جن لڑکوں نے جام شہادت نوش کیا ہے وہ ہندو اور سکھوں کے ہاتھوں سے نہیں فرزندانِ اسلام ہی کے ہاتھوں سے نوش کیا ہے۔

انگریزی دورِ اقتدار میں جب کہ مختلف مذاہب کے لوگ زندگی بسر کیا کرتے تھے ان دنوں ایک دوسرے مذاہب کی عبادت گاہوں کا بے حد احترام کیا جاتا تھا کسی کی کیا مجال کہ مساجد کے سامنے کوئی ہندو یا مسلمان شادی بیاہ کے موقع پر باجے شہنائیاں بجاتے پاس سے گزر جائیں۔ مسجد کے قریب آ کر ہندو اور سکھ بھی خاموشی اختیار کر لیتے تھے۔ اور اگر خدانخواستہ کسی وقت مسجد کا احترام نہ کیا جاتا تو فرزندانِ اسلام کی غیرت جوش میں آ جاتی۔ مرنے مارنے پر تیار ہو جاتے اور ایک ہنگامہ کھڑا ہو جاتا۔

لیکن انگریز کی غلامی سے نجات پانے اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کے قیام کے بعد یہی فرزندانِ اسلام شادی بیاہ کے موقع پر مساجد کے پاس سے ڈھول ڈھمکے، باجے اور شہنائیاں بجاتے اور ایک ہنگامہ برپا کرتے بلاجھجک گزر جاتے ہیں۔ اور نوبت بایں جا رسید کہ انہی مسجدوں سے بلند ہونے والی اذان پر اگر کوئی شخص ریڈیو کی موسیقی بند کرنے کی ہدایت کرتا ہے تو اسے موت کا مزا چکھایا جاتا ہے۔ مسجدوں کی دکانوں میں قدِ آدم فلمی ایکٹرسوں کی تصاویر آویزاں ہیں اور دکاندار مسجدوں میں نماز ادا کرنے کی بجائے ریڈیو کی موسیقی سے لطف اندوز ہونے میں محو رہتے ہیں۔

ان تاجروں کی زندگی کا مقصد ہی جلبِ زر منڈیوں پر قبضہ، بڑی بڑی خوبصورت کوٹھیاں اور کارخانے قائم کرنا ہے۔ ہندو تاجروں کا مقصودِ زندگی بھی یہی تھا— آج ہمارے یہ تاجر اپنے گریبانوں میں جھانکیں اور پوری امانت و دیانت کے ساتھ اس امر کا جائزہ لیں کہ انھوں نے اپنے سرمایہ سے نوجوانوں میں اسلامی شعور بیدار کرنے، انہیں حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ اور تاریخ اسلام کی باقاعدہ تعلیم دینے اور ان کی سیرت و صورت کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے لیے کیا خدمات انجام دی ہیں— ؟

آج کے یہ نو دولتیے عیسائی سکولوں میں اپنی اولاد کو تعلیم دلاتے اور سینماؤں میں ان کی تربیت کا اہتمام کرتے ہیں۔ ان فرزندانِ ارجمند کو کیا معلوم کہ مسجدوں میں بلند ہونے والی اذان اور خدا کے گھروں کا احترام ہونا چاہیے۔ اور نماز کے وقت کاروبار بند کر کے خداوند قدوس کے حضور سربسجود ہونا چاہیے جس نے ان مفلس و قلاش اور تہی دامن لوگوں کو پاکستان میں بڑی بڑی تجارتی مارکیٹوں، کارخانوں، فیکٹریوں اور کوٹھیوں کا مالک بنا دیا اور ان کی خالی جیبیں کروڑوں روپوں سے بھر دیں۔ اذان کا احترام کرانے کی پاداش میں جن نوجوانوں نے اپنی قیمتی جانوں کا نذرانہ پیش کیا ہے۔ کاش! اس سانحہ پر ہمارے تاجروں کی اسلامی رگِ حمیت جاگ پڑے اور وہ اپنی اولاد کو باقاعدہ سیرت الرسول کی تعلیم دینے اور انہیں صحابہ کرام کے مثالی حالاتِ زندگی سے واقفیت پیدا کرانے کے لیے کوئی ٹھوس قدم اٹھانے پر تیار ہو جائیں تاکہ ہماری نئی نسل کو معلوم ہو سکے کہ اذان اور مساجد کا احترام کیوں ضروری ہے اور تبلیغ و ہدایت کرنے والوں کے پیٹ میں چھرے نہیں گھونپنے چاہئیں، ان کا اعزاز و اکرام کی صورت میں شکریہ ادا کرنا چاہیے۔

بہرحال۔ ہم مرحوم نوجوانوں کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے تبلیغ و دعوت کا فریضہ انجام دیتے ہوئے جامِ شہادت نوش کیا ان کے پسماندگان کے شریکِ غم ہیں۔ اور دعاگو ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت کر کے جنت الفردوس میں درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبر و استقامت عطا فرمائے۔ خصوصیت کے ساتھ لائلپور کے بڑے بڑے تاجروں کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ اس سانحہ پر اپنی آنکھیں کھولیں اور چشمِ ہوش سے غور کریں کہ انہوں نے زندگی کا مقصد کیا متعین کیا ہے۔؟ اور وہ نوجوانوں میں اسلامی شعائر اور احکام کا احترام کرانے کا جذبہ پیدا کرانے

آیتِ کریمہ

۳۰ اگست بروز جمعرات حسبِ سابق جامع مسجد شیرانوالہ میں جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور بعد نمازِ مغرب مجلسِ ذکر میں آیتِ کریمہ کا وظیفہ کرائیں گے۔ (ادارہ)

انجمن خدام الدین کے زیرِ اہتمام حسبِ سابق

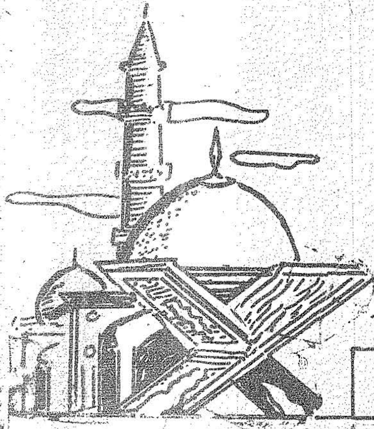
دورۂ تفسیر

یکم شعبان المعظم ۱۳۹۳ھ سے شروع ہو رہا ہے

قطب الاقطاب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ کے اتباع میں اس سال بھی تشنگانِ علومِ قرآنیہ کے لیے یکم شعبان سے دورۂ تفسیرِ قرآن کا آغاز ہو رہا ہے۔
حضرت شیخ التفسیرؒ کے طریقِ تدریس کے مطابق جانشینِ شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی ربطِ آیات کے ساتھ قرآن کریم کی تفسیر پڑھائیں گے۔
قلم، دوات، کاغذ اور قیام و طعام کا انتظام انجمن کی طرف سے ہو گا۔ کامیاب حضرات کو سید العرب و العجم شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ، مفکرِ اسلام قائدِ انقلاب حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ، محدثِ اعظم علامۂ زماں سید الاتقیا حضرت مولانا انور شاہ کشمیری، شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، قطبِ زماں ولیِ جلیل شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب مدظلہ العالی کی دستخط شدہ اسناد دی جائیں گی۔ حسبِ دستور فرقِ باطلہ کی تردید بھی پڑھائی جائے گی۔

نوٹ: موسم کے مطابق بستر ہمراہ لائیں۔

ناظم انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور



اجتماع جمعۃ المبارک ۳ اگست ۱۹۷۳ء

مرتب عبدالرشید انصاری

کامیابی کے چار اصول

ایمان، عمل صالح، حق اور تلقین صبر

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم کا خطاب

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی : اما بعد :

فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :

وَالْعَصْرِ ۙ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۙ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۠

ترجمہ : زمانہ کی قسم ہے۔ بے شک انسان گھاٹے میں ہے۔ مگر جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے اور حق پر قائم رہنے کی اور صبر کی آپس میں وصیت کرتے رہے۔

"والعصر" سے بعض مفسرین نے زمانہ مراد لیا ہے اور بعض نے وقت عصر۔ اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے امتِ مسلمہ کو عروج و کمال حاصل کرنے کے اصول بتلا دیے اور فرمایا کہ تاریخ ایام اور عمر زمانہ گواہ ہے کہ آج تک دنیا میں بڑی سے بڑی جس کسی قوم و جماعت نے بھی ان اصولوں سے منہ پھیرا اور کوئی دوسری راہ اپنائی وہ گھاٹے اور خسارے میں ہی رہی، ذلت و ناکامی اس کا مقدر بن کر رہ گئی اور تباہ و بربادی سے پھر اسے کوئی نہ بچا سکا۔

اس لیے اے افراد امتِ مسلمہ! تم اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں میں سورۃ العصر میں بیان کیے گئے ان چار اصولوں کو نافذ کرو تاکہ تمہیں اپنے مقاصد اعلیٰ میں کامیابی نصیب ہو اور دنیا و آخرت میں سرخروئی اور وقار میسر آسکے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے سورۃ العصر میں بیان کیے گئے ان اصولوں کو "اقوام عالم کی کامیابی کے اصول اربع" سے تعبیر کرتے ہوئے فرمایا کہ زمانہ گواہ ہے کہ انسان نے ہمیشہ نقصان اٹھایا لیکن ان اصول اربعہ کے پابند ہمیشہ کامیاب ہوتے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے پورے قرآن کا خلاصہ بیان فرما دیا ہے۔ یہ سورۃ قرآنِ پاک کی ان سورتوں اور آیات میں سے ہے جو ضربِ المثال کی حیثیت رکھتی ہے۔ قرآن کریم ایک لاکھ چوبیس ہزار یا اس سے کم و بیش جتنے پیغمبر دنیا میں تشریف لائے سب کی تعلیمات کا نچوڑ ہے اور والعصر جیسی سورتیں پورے قرآن کا خلاصہ ہیں۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا تھا کہ اگر قرآن میں سے صرف یہی ایک سورت نازل کر دی جاتی تو (سمجھدار بندوں کی) ہدایت کے لیے کافی تھی۔

عصر کے متعلق حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رح فرماتے ہیں :-

عصر زمانہ کو کہتے ہیں یعنی قسم ہے زمانہ کی جس میں انسان کی عمر بھی داخل ہے۔ جسے تحصیل کمالات و سعادات کے لیے ایک متاع گرانمایہ سمجھنا چاہیے یا قسم ہے نماز عصر کے وقت کی جو کاروباری دنیا میں خاص مشغولیت اور شرعی نقطۂ نظر سے نہایت فضیلت کا وقت ہے (حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں ارشاد فرمایا ہے کہ جس کی نماز عصر فوت ہو گئی۔ گویا اس کا سب گھر بار لٹ گیا) یا قسم ہے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک کی جس میں رسالت عظمیٰ اور خلافتِ کبریٰ کا نور اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ چمکا اور اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ کی تشریح میں حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رح نے لکھا ہے :-

زمانہ کی تاریخ پڑھ جاؤ۔ اور خود اپنی زندگی کے واقعات پر غور کرو تو انسانی غور و فکر سے ثابت ہو جائے گا کہ جن لوگوں نے انجام بینی سے کام نہ لیا اور مستقبل سے بے پروا ہو کر محض خالی لذتوں میں وقت گزار دیا وہ آخر کار کس طرح ناکام و نامراد بلکہ تباہ و برباد ہو کر رہے۔

سورۃ العصر اور اسلاف کا طرز عمل

اس سورۃ کی اہمیت اور افادیت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ اکابرین اسلام اور بزرگانِ سلف کے دور میں جب دو مسلمان آپس میں ملاقات کے بعد ایک دوسرے سے جدا ہونے لگتے تو ایک دوسرے کو سورۃ عصر سنایا کرتے تھے تاکہ اپنے فرائض کی ادائیگی کا پورا پورا دھیان رہے۔ سورۃ العصر میں قوموں کے عروج اور ارتقاء کا

پہلا اصول "ایمان" بتایا گیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ پہلے دل و دماغ کی تمام گہرائیوں سے اللہ تعالیٰ پر اس کے حکموں کی صداقت و حقانیت پر اور اس کے حکم کے مطابق تمام انبیاء و مرسلین اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے علاوہ تمام فرشتوں پر اور آخرت کے دن پر اور اس کی تمام کتابوں پر ایمان لائے۔ ایسا ایمان جو پختہ ہو جس میں کسی شک و شبہ کی خلش تک نہ ہو۔ اگر ایمان کو خدشات اور بے یقینی کا روگ لگ گیا تو کامیابی کی راہ پر قدم رکھنا بھی نصیب نہ ہوگا۔

دوسرا اصول کامیابی حاصل کرنے کے لیے "عمل الصالحات" کی انجام دہی بیان کیا گیا ہے۔ یعنی ہر فعل اور ہر کام انجام دینے کے لیے وہ طریقہ اختیار کیا جائے جو صحیح ہے اور یہ وہی طریقہ ہو سکتا ہے جو اللہ کے رسول صلعم نے اختیار کیا اور جس کے اختیار کرنے کا آپ نے صحابہ کرام رض کو حکم دیا۔ وہی عمل صالح کہلائے گا۔ اور اسی کو بارگاہِ خداوندی میں شرف قبولیت حاصل ہو سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رضا اور دنیا و آخرت کی کامیابی حاصل کرنے کے لیے دین کا تصور کر لینا احکام شریعت پر ایمان لے آنا اور ان کی صداقت کا صرف یقین کر لینا کافی نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ایمان و یقین کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے عمل بھی ضروری ہے۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

حق کی وصیت کرنا

تیسری شرط کامیابی سے ہمکنار ہونے کے لیے "تواصی حق" بتائی گئی ہے۔ یعنی جس راستہ کو ہم خدائی طریقہ اور کامیابی تک پہنچانے والا راستہ یقین کر کے اس پر چل رہے ہیں۔ دوسروں کو بھی اس حق و صداقت کی راہ پر چلنے کی وصیت کی جائے اس کے حق اور صحیح ہونے کا اعلان کیا جائے۔ اعلائے کلمۃ الحق کے لیے تمام وسائل اور تمام قوتیں بروئے کار لائی جائیں۔ نوع انسانی کو دوسرے

(باقی صفحہ ۱۸)

بحث و مذاکرہ

مفتی جمیل احمد تھانوی

قوم کی تعریف؟

مسئلۂ قومیت کے متعلق خدام الدین میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اظہارِ خیال کی مزید دعوت
(ادارہ)

ایک عرصہ سے لوگ قوم کا لفظ بول کر اس سے ایک وطن والوں کو مراد لیتے ہیں۔ پھر وہ سرزمینِ وطن کے لوگوں کو تو قوم سمجھتے ہیں۔ وطن سے باہر والوں کو قوم نہیں قرار دیتے۔ پھر اس پر طرح طرح کے مسائل بنا لیتے ہیں۔ جن کا نتیجہ فتنہ و فساد اور مسلم کشی تک نکل آتا ہے۔

یہ شوشہ ہندوؤں کا چھوڑا ہوا ہے جو زمین کو پیداوار اور رزق کا ذریعہ سمجھ کر ایک رزاق دیوتا کی حیثیت دے کر کسی نہ کسی درجہ میں اس کی پرستش کرتے ہیں۔ دھرتی ماتا وغیرہ ان کا محاورہ ہوتا ہے۔ تعجب یہ ہے کہ مسلمانوں نے بھی ان کی ریس میں بے تحقیق، بے سوچے سمجھے مادرِ وطن کہنا شروع کر دیا۔ بعض کانگریسی اذہان کی طرف سے لیگ کانگریس کی آویزش کے زمانہ میں تو قوم کے اس غلط تصورات کو ثابت کرنے کے لیے انبیاء علیہم السلام کے تذکرہ کی آیات، قال لقومہ (اپنی قوم سے فرمایا) جس میں آیات کو اس دلیل میں پیش کیا جانے لگا کہ قرآن نے کافروں کو ہم وطن ہونے کی وجہ سے انبیاء کی قوم کہا ہے۔

اس وقت سے لوگ برابر اس مغالطہ کا شکار ہو رہے ہیں۔ اور آج بھی جہاں ہندو موجود ہیں وہ مسلمانوں سے یہی کہلوا رہے ہیں اس لیے اس کی تحقیق کی ضرورت پیش آ رہی ہے۔

لفظ قوم عربی کا لفظ ہے وہیں سے فارسی اور اردو میں منتقل ہو کر آیا ہے۔ اس لیے اوّل اس کی تحقیق لغت سے کی جائے پھر آیات و احادیث کی روشنی میں کرنی ہے۔ عربی زبان قرآن و حدیث کی زبان ہے۔ اس وجہ سے یہ زبان سب سے افضل ترین زبان ہے، اہلِ جنت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم، ان کے احباب و اصحاب و اہلِ بیت کی زبان ہے اور مسلمانوں کی دینی و ملّی بولی کہیے کہ پوری زبان ہے۔ اس وجہ سے یہ زبان سب سے افضل ترین زبان ہے مسلمانوں نے اس کی وہ خدمت کی ہے کہ دنیا میں کسی زبان والوں نے اپنی زبان کی وہ خدمت نہیں کی۔

اس میں ہر لفظ ہر محاورہ ہر طریق استعمال فلسفی قاعدوں سے مضبوط کیا ہوا ہے یہ عام زبانوں کی طرح اندھے کی لاٹھی نہیں ہے۔ ہر لفظ قانون و قاعدہ کے اندر ہے مگر علومِ عربیت سے ناواقف لوگ نہ اس کو سمجھ پاتے ہیں نہ غور کر سکتے ہیں۔

یہ لفظ قام (کھڑا ہو گیا) سے بنایا گیا ہے بعض افعال کے بعد جو حرف جر آتے ہیں ان حرفوں کی وجہ سے معانی میں تفاوت ہوتا ہے۔ جس میں ان حروف کے معانی کو دخل ہوتا ہے۔ قام کے بعد جب لام آتا ہے تو اس کے معنی مدد کے لیے یا تعظیم کے لیے کھڑا ہو جانے کے ہوتے ہیں۔ جب الی آتا ہے تو کسی چیز کی طرف توجہ کرنے یا محض توجہ کے لیے کھڑا ہونے کے لیے۔ جب عن آتا ہے تو مجلس سے کھڑا ہو کر چلے جانے کے لیے۔ اور جب "ب" آتی ہے تو ذمہ دار بن کر کھڑا ہونا یا ذمہ داری لینے کے لیے اور جب علی آتا ہے تو تہمت لگانے کے لیے ہوتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

چونکہ قام لہ مدد کے لیے کھڑا ہونا ہے اس کا اسم فاعل قائم لہ کے معنیٰ مدد کے لیے کھڑا ہونے والا شخص ہوتے ہیں اور اس کی جمع قائمون مدد کے لیے کھڑے ہونے والے چند لوگ یا کھڑی ہونے والی جماعت ہوتے ہیں۔ مگر یہ کھڑا ہونا عارضی ہو گا جو اسم فاعل کا خاصا ہے، اور مستقل مددگاروں کے لیے بجائے جمع کے لفظ کے اسم جمع بنتا ہے۔ قوم مردوں عورتوں سب پر بولا جاتا ہے۔ اس لیے اصل معنیٰ اس لفظ کے مستقل مددگار جماعت کے ہوتے ہیں۔

مستقل مددگار جماعت ہونے کے لیے کچھ اسباب بھی ہوں گے۔ جن کی وجہ سے وہ مستقل مددگار بن سکے گی۔ ایک محلہ و دفتر، بازار و محلہ کے لوگ بھی ایک دوسرے کے مستقل مددگار ہوتے ہیں مگر حقیقت میں وہ مستقل نہیں عارضی ہوتے ہیں۔ تبادلہ اور جگہ سے منتقل ہونے پر یہ بات ختم ہو جاتی ہے۔ اس لیے یہ مستقل نہیں۔ وطن والا ہونا بھی مستقل سبب نہیں۔ کیونکہ وطن کی تبدیلی بھی انسان کے اختیار میں ہے۔ اور ہوتی بھی رہتی ہے۔ آباؤ اجداد کا وطن اور تھا۔ ہمارا چند صدی سے یا ہجرت کے بعد سے اور ہے۔ ویسے بھی جب انسان کا کہیں کاروبار ہو یا ملازمت و پنشن کے لیے کہیں انتظامات ہو جاتے ہیں وہ وہیں وطن بنا لیتا ہے۔ اور پھر بعض مرتبہ ایک آدمی کئی کئی وطن بھی بنا لیتا ہے۔ کیا ہر وطن کے لوگ محض وطنیت پر اسی کی قومیں بن جاتے ہیں۔ یا کسی جگہ کے افراد بھی قوم نہیں بن سکتے۔

کاروبار اور پیشہ کی نوعیت کی ہمدردی و مددگاری بھی مستقل نہیں ہے کہ اس کو قوم کہا جا سکے۔ کیونکہ آج کا کاروبار اور پیشہ کچھ ہے کل کچھ ہے تبدیلیاں برابر ہوتی رہتی ہیں۔

مذہب بھی مستقل مددگاری کا سبب نہیں ہے گو اور سب چیزوں سے دیرپا ہے۔ کہ انسان اس کو تمام عمر کے لیے اختیار کرتا ہے۔ مگر مذہب کی تبدیلی بھی آئے دن ہوتی رہتی ہے۔ اس لیے یہ بھی مستقل مددگاری کا سبب نہیں۔ اس لیے قوم نہیں بن سکتی۔ ہندو کے عیسائی، عیسائی کے یہودی، یہودی کے عیسائی بننے سے قوم نہیں بدل سکتی۔

چونکہ قوم مستقل مددگار جماعت کے معنی رکھتی ہے اس لیے اس کے حاصل ہونے کے لیے ایسے سبب کی ضرورت ہے جو بالکل مستقل بلکہ دائمی ہو اس کی تبدیلی انسان کی طاقت و قدرت سے باہر ہو اور صرف حضرت خالق جل و علا کی تخلیق سے ہو سب سے پہلا وہ سبب ہم سب کا انسان ہونا ہے نہ کسی آدمی کی کوشش سے یہ حاصل ہوتا ہے نہ تبدیل کرنے سے تبدیل یا زائل ہو سکتا ہے اس لیے یہی سبب ایک قوم بننے کا ہو گا لیکن جب انسانوں کی آبادی بہت بڑھ گئی اور یہ سبب بلا امتیاز دور دراز تک کام نہ آ سکا تو اس کے دوسرے درجے میں ایک شخص کی اولاد در اولاد ہونا بھی قریبی سبب ہوا۔ پھر اس سے بھی اور قریبی کہ صرف ایک دادا کی اولاد ہونا۔ یہ وہ سبب ہے جو دائمی بھی ہے اور خدا تعالیٰ نے کا بنایا ہوا بھی ہے۔ کسی انسان کے توڑے ٹوٹ نہیں سکتا، کسی کے جوڑے جڑ نہیں سکتا وہ ہم جد ایک قوم ہوئے جو ایک دائمی مددگار جماعت ہے کافر ہوں یا مسلمان۔ اسی لیے حضرات انبیاء علیہم السلام نے اپنے ہم جد لوگوں کو یا قوم (اے میری قوم) کہہ کر خطاب کیا۔ اسی پر قوم قریش، بنی طے، بنی کنانہ وغیرہ اور آج تک سید، صدیقی، فاروقی، عثمانی، علوی، راجپوت، جاٹ، بھٹی وغیرہ وغیرہ کہلائے جا رہے ہیں۔ لہٰذا قوم نام ایک دادا کی اولاد کا ہوا خواہ دو چار پشت کا ہو یا اور اونچی پشت کا۔

لیکن سوال یہ ہے کہ کیا اس طرح کے ہم جد لوگوں کو ایک دوسرے کی امداد و اعانت ہر حال میں کرنی چاہیے۔ چاہے وہ حق پر ہو اور دوسرا ناحق پر، اور چاہے دوسرا حق پر ہو اور وہ ناحق پر۔ ظاہر

(باقی صفحہ پر)

تقسیمِ دولت کا اسلامی نظام

قسط نمبر (۲)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ

اسی بات کو سورۂ قصص میں زیادہ وضاحت کے ساتھ کھول دیا گیا ہے۔

وابتغ فیما اتاک اللہ الدار الاخرۃ ولا تنس نصیبک من الدنیا واحسن کما احسن اللہ الیک ولا تبغ الفساد فی الارض۔

جو کچھ کو اللہ نے دیا ہے اس سے پچھلے گھر (آخرت) کا توشہ کمائے اور دنیا سے اپنا حصہ نہ بھول اور بھلائی کر جیسے اللہ نے تجھ سے بھلائی کی اور ملک میں خرابی ڈالنی مت چاہ۔

اس آیت نے اسلام کے فلسفہ ملکیت کو خوب کھول کر بیان فرما دیا ہے اس سے مندرجہ ذیل ہدایات واضح طور پر سامنے آتی ہیں۔

۱۔ انسان کے پاس جو کچھ دولت ہے وہ اللہ کی دی ہوئی ہے۔ آتاک اللہ

۲۔ انسان کو اس کا استعمال اس طرح کرنا ہے کہ اس کی منزل مقصود دار آخرت ہو۔ (وابتغ .... الدار الاخرۃ)

۳۔ چونکہ دولت اللہ کی دی ہوئی ہے لہٰذا اس پر انسان کا تصرف حکم خداوندی کے تابع ہوگا۔ اب حکم خداوندی کی دو شکلیں ہیں ایک یہ کہ انسان کو اس بات کا حکم دیدے کہ یہ مال کسی دوسرے کو دے دو اس کی تعمیل اس لیے ضروری ہے کہ اللہ نے تم پر احسان کیا ہے تو وہ تمہیں دوسرے پر احسان کا حکم دے سکتا ہے۔ (واحسن کما احسن اللہ الیک)

۴۔ دوسری شکل یہ ہے کہ وہ تم کو اس دولت کے کسی تصرف سے منع کرے اس کا بھی اس کو اختیار ہے کیونکہ وہ تمہیں دولت کے کسی ایسے استعمال کی اجازت نہیں دے سکتا جس سے اجتماعی خرابیاں پیدا ہوں اور زمین میں شر و فساد پھیلے (ولا تبغ الفساد فی الارض)

یہی وہ چیز ہے جو اسلام کو سرمایہ داری اور اشتراکیت دونوں کے نظریہ ملکیت سے ممتاز کرتی ہے سرمایہ داری کا ذہنی پس منظر چونکہ نظری یا عملی طور پر مادیت ہے اس لیے اس کے نزدیک انسان کو اپنی دولت پر آزاد اور خود مختار ملکیت حاصل ہے وہ اس کو جس طرح چاہے رکھ سکتا ہے لیکن قرآن کریم نے قوم شعیب علیہ السلام کا ایک مقولہ نقل فرماتے ہوئے اس نظریے کی مذمت کے پیرائے میں ذکر کیا ہے وہ لوگ کہا کرتے تھے

اصلٰوتک تأمرک ان نترک ما یعبد آباءنا او ان نفعل فی اموالنا ما نشاء (سورہ ہود)

ترجمہ: کیا تمہاری نماز تمہیں اس بات کا حکم دیتی ہے کہ ہم اپنے باپ دادوں کے معبودوں کو چھوڑ دیں یا اپنے اموال میں اپنی مرضی کے مطابق تصرف کرنا ترک کر دیں۔

وہ لوگ چونکہ "اموال" کو حقیقتہً اپنا (اموالنا) سمجھتے تھے اس لیے (نفعل ما نشاء) جو چاہیں کریں) کا دعوےٰ اس کا لازمی نتیجہ تھا۔ یہی فکر سرمایہ داری کی روح ہے اور قرآن کریم نے سورۂ نور میں "اموالنا" (اپنے اموال) کے لفظ کو "مال اللہ" (اللہ کا مال) سے بدل کر سرمایہ دارانہ فکر کی اس بنیاد پر ضرب لگائی ہے مگر اس کے ساتھ ہی "الذی آتاکم" (جو تمہیں دیا ہے) کی قید لگا کر اشتراکیت کی جڑ کاٹ دی ہے۔ جو سرے سے انسان کی انفرادی ملکیت ہی کا انکار کرتی ہے۔ اسی طرح سورۂ یٰسین کی آیت "فھم لھا مالکون" نے بذریعہ عطاء حق تعالیٰ انفرادی ملکیت کو واضح کر دیا ہے۔

اب اسلام، سرمایہ داری اور اشتراکیت کے درمیان واضح خط امتیاز اس طرح کھینچا جا سکتا ہے کہ:

سرمایہ داری — آزاد اور خود مختار انفرادی ملکیت کی قائل ہے۔

اشتراکیت — انفرادی ملکیت کا سرے سے انکار کرتی ہے۔

اور حق ان دو انتہاؤں کے درمیان ہے یعنی:

اسلام — انفرادی ملکیت کو تسلیم کرتا ہے مگر یہ ملکیت آزاد اور خود مختار نہیں جس سے "فساد فی الارض" پھیل سکے۔

تقسیم دولت کے اسلامی مقاصد

اسلام نے تقسیم دولت کا جو نظام مقرر کیا ہے اور جس کا خاکہ انشاء اللہ آگے پیش کیا جائے گا۔ قرآن کریم پر غور کرنے سے اس کے تین مقاصد معلوم ہوتے ہیں۔

(الف) ایک قابل عمل نظام معیشت کا قیام — تقسیم دولت کا سب سے پہلا مقصد یہ ہے کہ اس کے ذریعے دنیا میں معیشت کا ایک ایسا نظام نافذ کیا جائے جو فطری اور قابل عمل ہو اور جس میں ہر انسان جبر و تشدد کی بجائے قدرتی طور پر اپنی لیاقت، اپنی استعداد اپنے اختیار اور اپنی پسند کے مطابق خدمات انجام دے تاکہ اس کی خدمات زیادہ موثر، مفید اور صحت مند ہوں اور یہ بات مستاجر (جسے مروجہ معاشی اصطلاح میں آجر کہا جاتا ہے) اور "اجیر" کے صحت مند رشتے اور "رسد" و "طلب" کی فطری قوتوں کے صحیح استعمال کے بغیر ممکن نہیں ہے اس لیے اسلام نے انہیں تسلیم کیا ہے۔

ا۔ اس بات کی طرف مندرجہ ذیل آیات میں جامع اشارہ فرمایا گیا ہے۔

نحن قسمنا بینھم معیشتھم فی الحیوٰۃ الدنیا ورفعنا بعضھم فوق بعض درجات لیتخذ بعضھم بعضا سخریا۔

ہم نے ان کے درمیان ان کی معیشت کو دنیوی زندگی میں تقسیم کیا ہے اور ان میں سے بعض کو بعض پر درجات کے اعتبار سے فوقیت دی ہے تاکہ ان میں سے ایک دوسرے سے کام لے سکے۔

(ب) حق کا حقدار کو پہنچانا — اسلام کے نظام تقسیم دولت کا دوسرا مقصد حق کا حقدار کو پہنچانا ہے لیکن اسلام میں استحقاق کا معیار دوسرے نظام ہائے معیشت سے قدرے مختلف ہے۔ مادی معاشیات میں دولت کے استحقاق کا صرف ایک راستہ ہوتا ہے اور وہ ہے عمل پیدائش میں شرکت، جتنے عوامل دولت کی پیداوار میں شریک ہوتے ہیں انہیں کو دولت کا مستحق سمجھا جاتا ہے اور بس! اس کے برخلاف اسلام کا بنیادی اصول چونکہ یہ ہے کہ دولت اصلاً اللہ کی ملکیت ہے اور وہی اس کے استعمال کے قوانین مقرر فرماتا ہے اس لیے اسلام میں دولت کے حقدار صرف عاملین پیدائش ہی نہیں ہوتے بلکہ وہ شخص بھی دولت کا مستحق ہے جس تک دولت کا پہنچانا اللہ نے ضروری قرار دیا ہے — لہٰذا فقراء و مساکین اور معاشرے کے نادار اور مفلس افراد بھی دولت کے حقدار ہیں۔ اس لیے کہ جن عوامل پیدائش پر اولاً دولت تقسیم ہوتی ہے ان کے ذمے اللہ نے لازم کیا ہے کہ وہ ان تک اپنی دولت کا کچھ حصہ پہنچائیں اور قرآنی تصریحات کے مطابق یہ مفلسوں اور ناداروں پر ان کا کوئی احسان نہیں ہے بلکہ وہ فی الواقع دولت کے مستحق ہیں۔ ارشاد ہے:

فی اموالھم حق معلوم للسائل والمحروم

اور ان کے اموال میں سائل اور محروم کا ایک متعین حق ہے۔

اس حق کو بعض مقامات پر اللہ کا حق قرار دیا گیا ہے۔ کھیتوں کے بارے میں فرمایا جاتا ہے۔

وآتوا حقہ یوم حصادہ

اور اس (کھیتی) کے کٹنے کے دن اس کا حق ادا کرو۔

ان دونوں آیتوں میں "حق" کا لفظ ظاہر کر رہا ہے کہ استحقاق دولت کا ماخذ صرف عمل پیدائش ہی نہیں ہے بلکہ مفلس و نادار افراد بھی دولت کے ٹھیک اس طرح مستحق ہیں جس طرح اس کے اولین مالک — لہٰذا اسلام دولت کو اس طرح تقسیم کرنا چاہتا ہے کہ اس سے تمام عوامل پیدائش کو ان کے عمل کا حصہ بھی پہنچ جائے اور اس کے بعد ان لوگوں کو بھی ان کا حصہ مل جائے جنہیں اللہ نے مستحق دولت قرار دیا ہے (ان دونوں قسم کے حقداروں کی تفصیل آگے انشاء اللہ آئے گی۔

(باقی آئندہ)

کُرد! کون ہیں؟

ایک تاریخی جائزہ

کُرد بڑے جری اور سخت جان لوگ ہیں اتنے سخت جان کہ بڑے سے بڑا انقلاب بھی اُن کی آزادروی اور قومی انفرادیت کو کبھی متاثر نہیں کر سکا۔ حالانکہ دجلہ و فرات کی وادی قوموں کا قبرستان ہے۔

گزشتہ ۵ ہزار برسوں میں آریوں اور سامیوں کے قافلے پر قافلے اس خطے میں آکر آباد ہوئے اور اپنے پیش رَوں میں گھُل مل گئے۔ سومری آئے، آموڑی آئے، کسدی آئے، اسوری آئے، ایلمی آئے لیکن رفتہ رفتہ سب مٹ گئے اور آج فقط اُن کے آثار باقی ہیں۔ ساتویں صدی عیسوی میں جب عربوں نے عراق فتح کیا تو وہاں کے قدیم باشندے فاتحین میں اس طرح ضم ہو گئے کہ ان کی زبان، مذہب اور تہذیب کا نام و نشان باقی نہ رہا اور چند نسلوں کے بعد تو قدیم باشندوں اور نو وارد عربوں میں تمیز کرنا مشکل ہو گیا۔

یہ درست ہے کہ کردوں نے بھی اسلام قبول کیا۔ انہوں نے اپنی قومی شخصیت برقرار رکھی۔ نہ اپنی زبان ترک کی نہ عربوں کی تہذیب کو اپنایا۔ ان کو اس خودداری کا سخت خمیازہ بھگتنا پڑا۔ کیونکہ جو قومیں روحِ عصر کی مزاج داں نہیں ہوتیں۔ اور ماضی کو حال پر ترجیح دیتی ہیں۔ وہ زندگی کی دوڑ میں پیچھے رہ جاتی ہیں۔ چنانچہ وہ آج بھی گلہ بان اور خانہ بدوش ہیں۔

کُرد قوم ان دنوں تین ہمسایہ ملکوں عراق، ایران اور ترکی میں بٹی ہوئی ہے۔ لیکن ریاستی سرحدوں کو ایک لمحہ کے لیے بھول جائیے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ یہ لوگ کوہ ارارات سے دریائے دیالہ تک (جو دریائے دجلہ کی باجگذار ندی ہے) اور دریائے فرات سے کرمان شاہ تک پھیلے ہوئے ہیں۔ وہ علاقہ جہاں کردوں کی غالب اکثریت آباد ہے ۶۰۰ میل لمبا اور ڈیڑھ سو میل چوڑا ہے (نوے ہزار مربع میل)۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو کردستان کا علاقہ لبنان سے ۲۴ گنا بڑا، اردن سے تین گنا، شام سے ڈیوڑھا، بلجیم سے ۸ گنا بڑا ہے۔ کردوں کی آبادی بھی کسی طرح ۳۰ لاکھ سے کم نہیں ہے۔ ایران میں یہ لوگ کرمان شاہ کردستان کے صوبوں میں بسے ہوئے ہیں اور ان کا خاص شہر سنان داج ہے جس کی آبادی ۵۰ ہزار کے قریب ہے۔ ترکی میں یہ لوگ جھیل وان کے گرد و نواح میں رہتے ہیں اور ارضِ روم، دیار بکر اور بطلیس ان کے مشہور شہر ہیں۔ عراق میں یہ لوگ موصل کی ولایت میں آباد ہیں اور سلیمانیہ، کرکوک اور اردبیل میں ان کی غالب اکثریت ہے۔ یہی عراق کے تیل کے علاقے بھی ہیں۔ اس لیے عراق میں کردوں کا مسئلہ سیاسی بھی ہے اور معاشی بھی۔

کُرد نسلی اعتبار سے آرین ہیں۔ اُن کی زبان قدیم پہلوی زبان سے ملتی جلتی ہے۔ ان کے قافلے اب سے چار ہزار برس پیشتر وسطی ایشیا سے شمالی ایران میں داخل ہوئے اور وہاں سے آگے بڑھتے ہوئے اس علاقے میں پہنچے جسے اب کردستان کہتے ہیں۔ عکادی (عراق کی قدیم زبان) میں انہیں گوی اور ان کے علاقے کو گوتیم کہتے تھے۔ اسوری ان نو واردوں کو کُرتی کہتے تھے۔ ان کی ایک شاخ کسدی کہلائی۔ جس نے بابل پر تقریباً ۶۰۰ سال تک (۱۷۴۶ - ۱۱۷۳ ق م) حکومت کی۔ چنانچہ انجیل کا پرانا عہد نامہ کسدیوں کے حملوں اور لوٹ مار کی داستانوں سے بھرا ہوا ہے۔ ۱۲ ویں صدی قبل مسیح میں جب ایلمیوں نے بابل فتح کیا اور سلطنت کسدیوں کے ہاتھ سے نکل گئی تو کُردیوں اور کسدیوں نے اپنے آبائی وطن میں پناہ لی۔ البتہ ایران میں جب منشی سلطنت قائم ہوئی تو کُردوں کو فوج میں بھرتی کیا جانے لگا چنانچہ وہ کوروش اعظم اور دارائے اعظم کی فوج کا اہم جزو بن گئے۔ اور بابل اور یونان کی جنگوں میں نمایاں حصہ لیا۔

حضرت عمرؓ کے زمانے میں جب عراق اور ایران فتح ہوئے تو کُردوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ لیکن ان کی طرزِ معاشرت میں چنداں فرق نہ آیا اور نہ خلفائے بنی عباس نے کبھی کردوں کو اپنی بود و ماند بدلنے پر مجبور کیا۔ گیارھویں صدی عیسوی میں جب بغداد کی خلافت پر زوال آیا۔ تو کُردوں نے دو آزاد امارتیں قائم کیں۔ ایک کا صدر مقام شہر زور تھا (کرمان شاہ اور ہمدان کا علاقہ) اور دوسرے کا دیار بکر (جنوبی ترکی)۔ شہر زور کی ریاست سولھویں صدی تک قائم رہی اور صفویوں کے عہد میں ایران کی سلطنت میں شامل کی گئی۔

۱۲۵۲ء میں جب منگو خاں منگول نے اپنے بھائی ہلاکو خاں کو مغربی ایشیا کی مہم پر بھیجا تو خاص طور پر ہدایت کی کہ شہر زور کے "کُرد قزاقوں" کو ضرور زیر کرنا۔ کردوں نے ہلاکو خاں کو بہت تنگ کیا۔ وہ منگول فوجوں پر شب خون مارتے، چھاپے ڈالتے اور پہاڑیوں میں چھپ جاتے اور جب ۱۲۵۶ء میں اربیل کے مقام پر ان کا مقابلہ منگولوں سے ہُوا تو انہوں نے منگولوں کو شکستِ فاش دی۔ چنانچہ منگولوں کے ۲۰ ہزار سپاہی میدانِ جنگ میں کھیت رہے اور یہ وہ منگول تھے جن کے خوف سے ایشیا اور یورپ کی بڑی بڑی سلطنتیں کانپتی رہتی تھیں۔ آخر سلطان سلیم اوّل نے ۱۵۱۴ء، ۱۵۳۶ء میں کُردستان کو فتح کر لیا۔ لیکن دور اندیش سلطان نے اس پورے علاقے کا نظم و نسق ادریس نامی ایک کُرد سردار ہی کے حوالے کیا جو ترکوں سے جا ملا تھا۔

ادریس نے کُردوں کا زور توڑنے کے لیے ترکوں اور عربوں کو کردستان میں لاکر آباد کرنا شروع کیا اور تمام سرکاری عہدے انہیں نو آبادکاروں کے سپرد کیے۔ کردستان کی سالمیت پر یہ پہلی کاری ضرب تھی۔

انیسویں صدی کے آغاز میں جب ترکوں کی طاقت گھٹنے لگی تو کُردوں نے دوبارہ سر اٹھایا۔ چنانچہ ۱۸۳۲ء میں بغاوت شروع ہو گئی جس کے سرغنہ بوستان کے سردار بُزد خان اور رردال دونڈ اور جقیاری کے یزیدی تھے۔ یہ بغاوت پندرہ سال تک جاری رہی۔ اور ترکوں کو وہاں سال بہ سال فوجیں بھیجنی پڑیں۔ ترکوں نے کُردوں کے پہاڑی قلعے مسمار کر دیے اور ان کے شہروں اور قصبوں کو ترکی فوجوں کی چھاؤنی میں تبدیل کر دیا۔ اس طرح بغاوت تو دب گئی مگر کردوں کے دل میں ترکوں سے نفرت پیدا ہو گئی۔ ۱۸۹۰ء میں سلطان عبدالحمید نے کردوں کی فوجی صلاحیتوں سے کام لینے کے لیے ان کی ایک الگ بٹالین بنائی۔ اس کا نام حمیدیہ بٹالین رکھا اور اس کو سلطنت کی دوسری اقلیتوں کو کچلنے پر مامور کیا لیکن ۱۹۰۹ء میں جب ترکی میں نوجوان ترکوں کی تحریک بڑھی اور آئینی اصلاحات نافذ ہوئیں تو یہ بٹالین توڑ دی گئی۔ اسی زمانے میں کرد نمائندے پہلی بار ترکی پارلیمنٹ کے رکن منتخب ہوئے۔ قسطنطنیہ، بغداد اور موصل میں کردی زبان میں اخبار شائع ہونے لگے۔ اور کردی حلقے اپنے قومی حقوق کے تحفظ کا مطالبہ کرنے لگے۔ لیکن "نوجوان ترکوں" نے ان کی شکائتوں پر ہمدردی سے غور کرنے کے بجائے انہیں سختی سے دبا دیا۔

تب پہلی جنگ عظیم چھڑی اور کُردوں نے ترکوں کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔ اور مکمل آزادی کا مطالبہ کرنے لگے۔ چنانچہ انگریزوں کے اشارے پر ایک کُرد سردار شریف پاشا نے صلح کانفرنس کے موقع پر (۱۹۱۹ء) کردوں کی آزاد ریاست کا خاکہ پیش کیا۔ (باقی صفحہ ۱۱ پر)

اہل السنت والجماعت کی صداقت وحقانیت (ایک علمی و تحقیقی مقالہ)

(مولانا قاضی مظہر حسین، خلیفہ مجاز شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ)

بنات رسول صلی اللہ علیہ وسلم

ازواج مطہرات کے فضائل کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک صاحبزادیوں کے فضائل کا بیان بھی ضروری ہے۔ تاکہ یہ پہلو تشنۂ تکمیل نہ رہے۔ اہل السنت والجماعت کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چار صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں تھیں۔ صاحبزادوں کے نام یہ ہیں جو بچپن ہی میں وفات پاگئے:

قاسم، طیب، طاہر اور ابراہیم۔ حضرت قاسم کے نام سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ابوالقاسم ہے ۔۔۔ اور صاحبزادیوں کے نام یہ ہیں:

زینبؓ، رقیہؓ، ام کلثومؓ، فاطمہؓ

حضرت زینبؓ

یہ سب سے بڑی بیٹی ہیں جن کا نکاح مکہ معظمہ میں ابوالعاص سے ہوا جو حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بھانجے ہیں۔ خطبۂ نکاح خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا۔ جنگ بدر کے بعد حضرت ابوالعاص مسلمان ہو گئے تھے۔ بعد ازاں حضرت زینبؓ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائیں۔ اور ۳۱ سال کی عمر میں ۸ھ میں انتقال فرمایا۔ نماز جنازہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پڑھائی۔

حضرت رقیہؓ

حضرت رقیہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری صاحبزادی ہیں۔ جو عمر میں حضرت زینبؓ سے تین سال چھوٹی تھیں۔ آپ کا پہلا نکاح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابولہب کے بیٹے عتبہ سے ہوا۔ اس وقت آپ کی عمر قریباً آٹھ سال تھی۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رسالت کا دعویٰ فرمایا اور ابولہب کی مخالفت کی بناء پر سورۃ تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ نازل ہوئی تو ابولہب کے کہنے پر عتبہ نے حضرت رقیہؓ کو طلاق دے دی۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رقیہؓ کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کر دیا۔ اور حضرت رقیہؓ نے حضرت عثمانؓ کے ہمراہ پہلے مکہ سے ملک حبشہ کو ہجرت کی اور پھر وہاں سے مدینہ منورہ کو ہجرت نصیب ہوئی۔ مذہب شیعہ کی معتبر کتاب حیات القلوب میں بھی اس کا ثبوت ملتا ہے:

"پس یازدہ مرد و چہار زن خفیہ از اہل مکہ گریختند و بجانب حبشہ رواں شدند۔ واز جملہ آں عثمانؓ بود و رقیہؓ دختر حضرت رسولؐ کہ زن او بود۔" (جلد ۲ ص ۲۹۴)

پس گیارہ مردوں اور چار عورتوں نے پوشیدہ اہل مکہ سے بھاگ کر ملک حبشہ کو ہجرت کی اور ان میں عثمانؓ تھے اور رقیہؓ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی اور عثمانؓ کی بیوی تھی۔

حضرت رقیہؓ کو چیچک کی بیماری لاحق ہوئی اور اسی بیماری میں آپ نے ۲ھ جنگ بدر کے دن ۲۲ سال کی عمر میں وفات پائی۔

حضرت ام کلثومؓ

حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بطن مبارک سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری صاحبزادی ام کلثوم پیدا ہوئیں۔ ان کا نکاح بھی پہلے ابولہب کے بیٹے عتیبہ سے ہوا تھا۔ پھر اس نے طلاق دے دی۔ حضرت ام کلثومؓ کو بھی مدینہ منورہ کی ہجرت نصیب ہوئی۔ اور حضرت رقیہؓ کی وفات کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ربیع الاول ۳ھ میں ام کلثومؓ کا نکاح حضرت عثمانؓ سے کر دیا۔ اور چونکہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیوں کا نکاح یکے بعد دیگرے حضرت عثمانؓ سے ہوا ہے اس لیے آپؓ کو ذوالنورین کہا جاتا ہے اور کسی نبی کی دو بیٹیاں کسی شخص کے نکاح میں آجانے کی سعادت اولاد آدم میں سوائے حضرت عثمانؓ کے اور کسی کو نصیب نہیں ہوئی۔ شعبان ۹ھ میں ۲۲ سال کی عمر میں ام کلثومؓ وفات پا گئیں۔ نماز جنازہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھائی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تینوں صاحبزادیاں مومن ہیں۔ ان کو ہجرت کی سعادت حاصل ہوئی اور ان میں سے حضرت زینبؓ اور حضرت ام کلثومؓ کا جنازہ خود رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھایا۔ اور قرآن مجید نے ان کو بنات رسولؐ کی حیثیت سے خطاب فرمایا۔ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَابِيبِهِنَّ۔ (پارہ ۲۲ سورۃ الاحزاب رکوع ۷)

"اے میرے نبی! اپنی بیبیوں سے اور اپنی بیٹیوں سے اور مومنین کی عورتوں سے فرما دیجیے کہ وہ اپنے اوپر اپنی بڑی چادروں سے لٹکا لیا کریں۔"

اور مولوی مقبول احمد دہلوی شیعی اس کا ترجمہ لکھتے ہیں کہ:

"اے نبی! تم اپنی ازواج سے اور اپنی بیٹیوں سے اور اہل ایمان کی عورتوں سے یہ کہہ دو کہ وہ اپنی چادروں سے گھونگٹ نکال لیا کریں۔"

اس آیت میں جہاں اَزْوَاجِكَ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں ثابت ہوتی ہیں وہاں بَنَاتِكَ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کا بھی قطعی ثبوت ملتا ہے۔ بنات جمع بنت کی ہے۔ جس کا اطلاق کم از کم تین بیٹیوں پر ہوتا ہے اور اگر ایک ہی بیٹی ہوتی تو بِنْتَكَ فرمایا جاتا اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ بَنَاتِكَ سے مراد روحانی بیٹیاں مراد ہیں لیکن یہ مراد صحیح نہیں کیونکہ روحانی بیٹیوں کا ذکر اس کے بعد کیا گیا ہے۔ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ (اور مومنین کی عورتوں سے) تو مومنین کی بیٹیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی بیٹیاں ہیں لہٰذا تسلیم کرنا پڑے گا کہ بَنَاتِكَ سے مراد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صلبی اور حقیقی بیٹیاں مراد ہیں۔

حضرت فاطمۃ الزہراؓ

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہراؓ ہیں۔ حضرت فاطمہؓ کی عمر پانچ سال کی تھی کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے انتقال فرمایا اور حضرت فاطمہؓ نے اپنی بہن حضرت ام کلثومؓ کے ساتھ ہی مکہ سے مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی۔ جب حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی عمر مبارک ۱۵ سال ۵ ماہ کی ہوئی تو آپؐ نے حضرت علی المرتضیٰؓ سے آپ کا نکاح کر دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے ۶ ماہ بعد حضرت فاطمۃ الزہراؓ نے ۲۹ سال کی عمر میں وفات پائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت فاطمۃ الزہراؓ گو عمر میں چھوٹی ہیں لیکن سب بہنوں سے آپ کا مقام بلند ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ پیاری تھیں اور آپؓ کی خصوصی شان یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سیدۃ النساء اھل الجنۃ فاطمۃ (کہ جنتی عورتوں کی سردار حضرت فاطمہؓ ہوں گی) اس بنا پر آپ کو خصوصی طور پر خاتونِ جنت کہا جاتا ہے۔ حضرت حسنؓ اور حسینؓ دونوں حضرت فاطمہؓ کے جگر کے ٹکڑے ہیں۔ جن کی شان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سیدا شباب اھل الجنۃ الحسن والحسین (جنت کے جوانوں کے سردار حسنؓ اور حسینؓ ہوں گے)۔

چار بیٹیاں

بعض لوگ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صرف ایک صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہراؓ تھیں اور باقی تین بیٹیوں کا وہ انکار کرتے ہیں۔ حالانکہ کتب اہل السنت اور کتب شیعہ دونوں سے صراحۃً چار بیٹیوں کا ثبوت ملتا ہے۔ جو حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بطن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کے بعد پیدا ہوئیں۔ چنانچہ:۔

۱۔ مذہب شیعہ کی مستند اور حضرت امام مہدی کی مصدقہ کتاب اصول کافی میں ہے:۔

"تزوّج خدیجۃ وھو ابن بضع و عشرین سنۃ فولد لہ منھا قبل المبعث القاسم ورقیۃ و زینب وام کلثوم وولد لہ بعد المبعث الطیب والطاھر والفاطمۃ علیھا السلام۔ (ص ۲۷۸)

ترجمہ: اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہؓ سے نکاح کیا اور اس وقت آپ کی عمر ۲۰ سال سے چند سال اوپر تھی۔ پس اعلان رسالت سے پہلے خدیجہؓ کے بطن سے قاسم، رقیہ، زینب اور ام کلثوم پیدا ہوئیں اور اعلان نبوت کے بعد طیب، طاہر اور حضرت فاطمہ پیدا ہوئیں۔

۲۔ مذہب شیعہ کی معتبر کتاب حیات القلوب جلد دوم صـ ۵۵۹ مصنفہ ملا باقر مجلسی میں ہے:۔

"ابن بابویہ بسند معتبر از آنحضرت روایت کردہ است کہ از برائے رسول متولد شد از خدیجہ۔ قاسم و طاہر و نام طاہر عبداللہ بود۔ و ام کلثوم، رقیہ و زینب و فاطمہ۔ حضرت امیر المومنین فاطمہ را تزویج نمود و تزویج نمود زینب را با ابو العاص بن ربیعہ و او مردے بود از بنو امیہ و عثمان بن عفان ام کلثوم را تزویج نمود و پیش از آنکہ بخانہ آورد برحمت الٰہی واصل شد۔ پس چوں بجنگ رفتند حضرت رسول رقیہ را باو تزویج نمود۔"

ترجمہ: ابن بابویہ نے بسند معتبر روایت کی ہے کہ خدیجہؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو اولاد پیدا ہوئی، وہ یہ ہے۔ قاسم اور طاہر اور طاہر کا نام عبداللہ ہے۔ اور ام کلثومؓ اور رقیہؓ اور زینبؓ اور فاطمہؓ۔ حضرت فاطمہؓ کا نکاح امیر المومنین (حضرت علیؓ) سے ہوا اور حضرت زینبؓ کا نکاح ابو العاص بن ربیعہ سے ہوا جو بنی امیہ میں سے تھا اور عثمانؓ بن عفان نے ام کلثوم سے نکاح کیا اور اس سے پہلے کہ اپنے گھر لائیں وہ اللہ کی رحمت میں پہنچ گئیں۔ پس جب جنگ بدر تشریف لے گئے تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رقیہؓ کا نکاح حضرت عثمانؓ سے کر دیا۔"

اور حضرت رقیہؓ کے متعلق حیات القلوب میں ہے:

"روز چہار شنبہ باعلائے درجات شہیدان ملحق گردید۔ پس مردم برائے نماز آں شہیدہ حاضر شدند و حضرت رسول با جنازہ او بیروں آمد۔ و حضرت فاطمۃ الزہرا صلوٰۃ اللہ علیہا را امر نمود کہ با زناں مومناں ہم ہمراہ جنازہ او بیایند۔" (جلد ۲ صـ ۵۶۲)

ترجمہ: حضرت رقیہؓ بدھ کے روز شہیدوں کے اعلیٰ درجات میں پہنچ گئیں۔ پس لوگ اس شہیدہ کے جنازہ پر حاضر ہوئے۔ اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے جنازہ کے ہمراہ باہر تشریف لائے۔ اور حضرت فاطمۃ الزہراؓ کو حکم فرمایا کہ وہ دوسری مومن عورتوں کے ساتھ ان کے جنازہ کے ہمراہ آئیں۔"

مندرجہ عبارات سے ثابت ہوا کہ نہ صرف یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیوں کا ثبوت کتب شیعہ میں ملتا ہے بلکہ ان کے فضائل بھی ثابت ہیں۔ کیا مومنہ ہونا، شہیدہ ہونا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خود ان کا نماز جنازہ پڑھنا اور حضرت فاطمۃ الزہراؓ کو مع دیگر مومنات ان کے جنازے کے ہمراہ جانے کا حکم۔ حضرت ام کلثومؓ کی فضیلت کا بیّن ثبوت نہیں ہے؟ ہاں حضرت فاطمۃ الزہراؓ کے برابر ان کے فضائل نہیں ہیں۔ خاتونِ جنت کا مقام سب بہنوں سے بلند ہے۔ اور یہ بھی ان کی خصوصیت ہے کہ جنت کے جوانوں کے سردار حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ ان کے لختِ جگر ہیں اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان کے شوہر ہیں۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

(باقی آئندہ)

بقیہ: قوم کی تعریف

ہے کہ کوئی مذہب اور کوئی عقل اس کی گنجائش نہیں دے سکتی۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

وتعاونوا علی البر والتقوٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان۔

تم نیکی پر تو ایک دوسرے کی مدد کیا کرو، اور گناہ و زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کیا کرو۔

حدیث شریف میں ہے:۔

من نصر قومہ علی غیر الحق فھو کالبعیر الذی ردّی فھو ینزع بذنبہ

(ابوداؤد)

جو شخص اپنی قوم کو ناحق پر مدد دے گا وہ ایسا ہے جیسے کوئی اونٹ کنوئیں میں گر جائے اور دُم پکڑ کر نکالا جاتے (جو نکل نہیں سکتا)

اس کے بعد حضرت واثلہ بن اسقع رضؓ سے روایت ہے:۔

کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ عصبیت قومی کیا ہے۔ فرمایا یہ کہ تم اپنی قوم کی مدد ظلم پر کرو۔

آگے حضرت جبیر بن مطعم رضؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"وہ ہم میں سے نہیں جو عصبیت (باطل پر قوم کی مدد) کی دعوت دے۔ اور وہ بھی ہم میں سے نہیں ہے جو عصبیت کی وجہ سے جنگ کرتا ہے۔ اور وہ ہم میں سے نہیں جو عصبیت پر موت پائے۔"

البتہ حق پر اور نیک کاموں پر قوم کی امداد کرنا اوپر کی آیت سے بھی جائز معلوم ہو چکا ہے اور آگے کی ایک حدیث میں ہے۔ سراقہ بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک بار ہم کو خطبہ دیا کہ:۔

"تم میں بہتر شخص وہ ہے جو اپنے کنبے کی مدافعت کرے جب تک گناہ میں مبتلا نہ ہو۔"

مولانا محمد فاروق کو وارننگ!

جھنگ صدر۔ یکم اگست۔ گذشتہ روز ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ جھنگ نے جمعیۃ علماء اسلام کے ناظم مولانا محمد فاروق کو عدالت میں طلب کر کے ہدایت کی کہ وہ خطبات جمعہ میں سیاسی تقاریر کرنے سے باز رہیں اگر آئندہ احتیاط نہ کی اور سیاسی تقریریں کرتے رہے تو ان کے خلاف سخت کارروائی عمل میں لائی جائے گی۔ (غلام محمد امیر جمعیۃ علماء اسلام جھنگ)

مکتوب جرمنی

نئی سائنسی ایجادات

مصنوعی پتھر

فرانکفورٹ، وفاقی جمہوریہ جرمنی کے ایک مائننگ انجینیر کارل ہائنز انیگل نے سڑکوں اور شاہراہوں کی تعمیر کے لیے ایک ایسا مصنوعی پتھر ایجاد کیا ہے جو سڑکوں کی تعمیر کے اخراجات میں کمی بلکہ ٹریفک کے حادثات کم کرنے میں بھی مدد دے سکتا ہے یہ مصنوعی پتھر مٹی اور ریت کے ایک فولاد آمیز مرکب سے تیار کیا گیا ہے اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کا رنگ سفیدی مائل ہے اور اس رنگ کی سڑکیں بارش اور اندھیرے میں موٹر چلانے والوں کو اچھی طرح نظر آجاتی ہیں۔ اس پتھر سے بننے والی سڑکوں کی مرمت کا کام بھی آسان ہوجاتا ہے۔

چار سیر کا خیمہ

میونخ۔ مقامی ٹیکنیکل کالج کے ایک ڈائریکٹر نے چار سیر وزن کا ایک ایسا خیمہ ایجاد کیا ہے جو بجلی گرنے کے خطرات سے بالکل محفوظ ہے یہ خیمہ سڑکوں، ریلوں، جنگلوں اور کھیتوں میں کام کرنے والے مزدوروں اور کسانوں کے علاوہ فوجی سپاہیوں اور پہاڑی چوکیداروں کے لیے بھی بہت مفید ہے اسے بڑی آسانی کے ساتھ لپیٹا جا سکتا ہے اس خیمہ کا تجربہ کرتے وقت اس پر مصنوعی وسائل سے بجلی گرانے کا انتظام کیا گیا تھا۔

مصنوعی گوشت

ہیمبرگ۔ سویابین نامی سیم جیسی پھلیوں کے آٹے سے ٧٧٢ کے نام سے مصنوعی گوشت تیار کیا گیا ہے جو مشرقی اور جنوب مشرقی ایشیا کے ممالک میں بہت مقبول ہوا ہے یہ مصنوعی گوشت قدرتی گوشت کا نعم البدل ہے بلکہ اکثر ایسے لوگوں کے لیے جو چکنائی ہضم نہیں کر سکتے یہ اصل گوشت سے بھی زیادہ صحت مند اور قوت بخش ہے کیونکہ اس میں صرف ایک فی صد چکنائی ہوتی ہے۔ یہ گوشت پہلی مرتبہ ١٩٦٨ء کی لحمی صنعتوں کی نمائش میں پیش کیا گیا تھا۔

دودھ پلانے کا آلہ

وفاقی جمہوریہ جرمنی میں ایک ایسا برقی آلہ ایجاد کیا گیا ہے جو شیرخوار بچھڑوں کو دودھ پلا سکتا ہے یہ خودکار آلہ ہر بچھڑے کی بھوک کے مطابق دودھ کے پاؤڈر کو مقطر پانی میں ملا کر تازہ دودھ تیار کر دیتا ہے چونکہ یہ آلہ تھوڑی تھوڑی مقدار میں دودھ تیار کرتا ہے اس لیے نہ تو دودھ میں ترشی پیدا ہوتی ہے اور نہ ہی باسی ہوتا ہے پرانے طریقے میں یہ دونوں خرابیاں اکثر ہاضمے میں خلل کا باعث ثابت ہوتی تھیں۔

★

بقیہ: سن عیسوی کی داستان

تمام مخالفوں کو راہ سے ہٹا کر ٢٣ جنوری ٣١ ق م روم کے تخت پر بیٹھا اور ایک مستقل حکومت قائم کرلی۔ اس نے خاص حالات کے تحت خاص اختیارات بطور خود اپنے قبضہ میں لے لیے تھے یہ وہی آگسٹس ہے جس نے رومی شہنشاہیت کی بنیاد جس نہج پر رکھی وہ اس وقت تک قائم رہی، جب تک رومی سلطنت برقرار رہی۔ آگسٹس کے عہد میں حضرت مسیح علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔ ماہ اگست اسی آگسٹس کے نام پر رکھا گیا، اس کے ٣١ دن تجویز ہوئے سنہ کے چودہ سال بعد یعنی ١٩ اگست ١٤ء میں آگسٹس نے وفات پائی۔

ستمبر یہ سال کا نواں مہینہ ہے پرانے رومن کیلنڈر میں ساتواں مہینہ تھا اس کا نام لاطینی لفظ سیپٹم سے لیا گیا ہے جس کے لغوی معنے سات کے ہیں جب جولیس سیزر نے کیلنڈر کو بدلا اور سال مارچ یا ستمبر کے شروع کرنے کے بجائے جنوری سے شروع کیا تو اس کو نویں مہینے کے درجے میں رکھا۔ چونکہ اس مہینے میں فصلیں بھی پکتی ہیں۔ اسی لیے سوئٹزرلینڈ میں اسے فصلوں کا مہینہ کہتے ہیں۔

اکتوبر یہ دسواں مہینہ ہے یہ نام لاطینی لفظ اکٹو سے نکلا ہے جس کے معنی آٹھ کے ہیں اور چونکہ پرانے کیلنڈر میں آٹھواں ہی تھا اسی لیے اسے اکتوبر کے نام سے یاد کیا جانے لگا۔ روم کی پارلیمنٹ نے اس مہینے کا نام روم کے ایک بادشاہ فاسیٹنس کی بیوی اینٹونینس کے نام پر رکھنا چاہا اور بعض لوگوں نے اس مہینے کا نام ایک رومی تاریخ داں ٹیسی ٹس کے نام سے موسوم کرنے کی کوشش کی لیکن اکتوبر ہی رائج رہا۔ جولیس سیزر کے زمانہ میں اس کے ٣١ دن مقرر ہوئے۔

نومبر یہ سال کا گیارھواں مہینہ ہے لاطینی لفظ نوم سے نکلا ہے جس کے معنی نو کے ہیں رومن کیلنڈر میں یہ نواں مہینہ تھا۔ روم کی سلطنت نے گیارھویں مہینے کا نام ٹائبری سیزر کے نام پر رکھنے کی پیشکش کی۔ لیکن اس نے یہ کہتے ہوئے انکار کردیا کہ اگر تیرہ شہنشاہ ہوئے تو پھر تم کیا کروگے۔ شروع میں اس کے تیس دن مقرر ہوئے تھے، پھر ٢٩ دن اور اس کے بعد پھر ٣١ دن ہوگئے لیکن آگسٹس کے زمانے سے اس کے تیس دن مقرر ہوئے۔

دسمبر سال کا بارھواں مہینہ اور آخری ہے پہلے بھی یہ آخری مہینہ تھا لیکن دسواں اس کے پہلے حصے کا نام ڈیسم ہے جس کے معنے لاطینی زبان میں دس کے ہیں۔ زمانہ قدیم میں اس کے صرف انتیس دن تھے لیکن جولیس سیزر نے اس کے ٣٠ دن مقرر کیے۔ قیصر آگسٹس نے اسے ٣١ دن کا بنا دیا۔

بقیہ: کُرد کون ہیں؟

اسی اثنا میں ترکی کے مرد بیمار نے تن کر انگڑائی لی اور کمال اتاترک کی قیادت میں ترکی میں ایک جمہوریت قائم ہوئی۔ اتحادی قوتیں اس نوزائیدہ جمہوریت کے سخت خلاف تھیں۔ چنانچہ انہوں نے ترکی کے عرب مقبوضات کو اپنی نگرانی میں لے لیا اور عراق، اردن، شام، لبنان اور فلسطین کو مندوبہ علاقہ قرار دے دیا۔

برطانیہ آزاد کردستان کے حق میں نہیں تھا کیونکہ اس کا خیال تھا کہ کردستان بنا تو وہاں کے تیل کے چشموں پر برطانیہ ہی کا اختیار ہوگا اور ترکی کے وہ علاقے بھی جن میں کرد آباد ہیں ترکی کے قبضے سے نکل جائیں گے اور ترکی کی سرحدیں اور سکڑ جائیں گی۔

ابھی مجلس اقوام میں کردستان اور ولایت موصل کا جھگڑا زیر بحث تھا کہ فروری ١٩٢٥ء میں کردستان میں پھر بغاوت کی آگ بھڑک اٹھی۔ ممکن ہے کہ یہ بغاوت انگریزوں کے ایما سے شروع کی گئی ہو۔ اس بغاوت کے رہنما شیخ سعید اور ڈاکٹر فواد تھے۔ ابتدا میں کردوں کو کامیابی ہوئی۔ لیکن بالآخر ترک فوجیں کردوں پر غالب آئیں۔ ان کے سرغنہ گرفتار ہوئے اور شیخ سعید، ڈاکٹر فواد اور ٤٦ دیگر کرد رہنماؤں کو دیار بکر کے مقام پر گولی مار دی گئی۔ حالانکہ فوجی عدالت کے صدر نے خود اس بات کا اعتراف کیا تھا کہ ان لوگوں نے قومی جذبے کے تحت یہ بغاوت کی تھی۔ ترکی نے اسی پر اکتفا نہ کی۔ بلکہ ہزاروں کردوں کو بایزید، دیار بکر اور دوسرے سرحدی علاقوں سے نکال کر اناطولیہ کے غیر صحت بخش ساحل پر بھیج دیا۔

پہلی جنگ عظیم کے بعد مشرق قریب کے نقشے میں جو تبدیلیاں ہوئیں ان کے باعث کردوں کی غالب اکثریت اس وقت عراق میں موصل، کوکوک اور سلیمانیہ کے علاقوں میں آباد ہے۔

قادیانیت کی تبلیغ کے لیے سرکاری ذرائع استعمال کیے جا رہے ہیں

★ قومی اسمبلی میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک کی تقریر !!!

سادگی، کفایت شعاری —— نہ کہ عیاشی اور مسرفانہ زندگی!

اسلام نے اپنی معیشت کی بنیاد عدل و انصاف کے ساتھ کفایت شعاری اور میانہ روی پر رکھی ہے "الاقتصاد نصف المعیشۃ" عربی مقولہ ہے کہ ضرورت کی جگہ پر ضرور خرچ کیا جائے۔ اور بے جا ایک پیسہ بھی خرچ نہ ہو۔ تعیشات اور اسباب تعیش کی فراوانی اور ان پر بے جا اخراجات جس کی موجودہ بجٹ میں بھرمار ہے معاشیات ایسے درست نہیں ہو سکتے ہیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن چند اور باتوں کے علاوہ اس بات کا جواب دیے بغیر کسی کو اپنی جگہ سے ہلنے کی اجازت نہ ہوگی۔ جب تک اس سے اس کے مال کے ذرائع آمد اور ذرائع خرچ کا پوچھ نہ لیا جائے گا۔ لا تزال قدما ابن آدم (الحدیث)

حضرت عمرؓ کی مجلس میں جب وہ دفتر کے سرکاری کام میں مصروف تھے ایک ملاقاتی آیا۔ آپ نے چراغ بجھا دیا۔ جب وہ جانے لگا تو پھر چراغ روشن کیا۔ اس نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ چراغ میں تیل بیت المال کا ہے۔ آپ نجی کام میں مجھ سے ملنے آئے تھے تو اس وقت اس تیل کو خرچ کرنا بد دیانتی ہوتی۔ اس لیے میں نے چراغ بجھا دیا۔ اور اب دوبارہ سرکاری کام کے لیے روشن کر دیا۔ مگر ہماری کفایت شعاری اور اقتصاد کی حالت یہ ہے کہ ملک جب متحد اور سالم تھا تو اخراجات چار ارب تھے۔ اب یہ بڑھ کر سات ارب چار کروڑ ہو گئے کیونکہ کثیر سرمایہ سامان تعیش، اعلیٰ سے اعلیٰ فرنیچر، ٹی، وی، سامانِ زینت پُر تکلف مسرفانہ اشیاء کی درآمد، آئے دن کے جشنوں اور بڑی بڑی بھاری تنخواہوں پر خرچ ہو رہا ہے۔ اور کچھ بجٹ میں سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کے دیگر مراعات یافتہ طبقوں کی وجہ سے مصارف بڑھ گئے۔ سوشلزم اور عوامی نعروں کے باوجود عام آدمی کو ملحوظ نہیں رکھا گیا۔

بجٹ اور سودی نظام

ہمارے بجٹ اور معاشیات کی دوسری بڑی خرابی وہ سودی نظام ہے جسے نہ صرف یہ کہ بجٹ میں قائم بلکہ مستحکم کیا گیا ہے۔ سودی نظام کے بارہ میں خدا کا اعلانِ جنگ ہے۔ فأذنوا بحرب من الله و رسوله۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری خطبہ میں اسے اپنے قدموں سے پامال کرنے کا اعلان کیا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ سودی معاشیات کا نتیجہ بالآخر بربادی ہے۔ یمحق الله الربوٰ۔

امریکہ اور برطانیہ کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ برطانیہ جزیرہ میں سودی نظام کی وجہ سے سمٹ کر رہ گیا ہے۔ امریکہ اقتصادیات میں ساری دنیا کا ٹھیکیدار تھا۔ مگر آج اس کے ڈالر کے بحران کی وجہ سے ساری دنیا مالیاتی بحران میں مبتلا ہے۔ اس لیے سودی نظام سے جلد از جلد خلاصی ضروری ہے اور حتی الوسع بجٹ کو اس سے پاک کرنا ضروری تھا۔

> خاندانی منصوبہ بندی سے
> آبادی پر کنٹرول نہ کیا جا سکا
> لیکن اس پر خدا کا غضب نازل
> ہوا اور ملک کی آبادی کا اکثریت
> کا حصہ پاکستان سے کٹ گیا
> اور آبادی کم ہو گئی ——!

بجٹ اور شراب

جب ہم بجٹ سرسری نگاہ ڈالتے ہیں تو بہت سی چیزیں محاصل اور مصارف کے ضمن میں ایسی نظر آتی ہیں جو اسلام کی رو سے قطعاً ناجائز ہیں۔ ایسے آمد و خرچ سے معاشرہ سنبھلتا نہیں بلکہ بگڑتا ہے۔

بجٹ میں شراب بھی موجود ہے۔ جناب وزیر محنت نے میرے ایک سوال کے جواب میں کہا تھا کہ شراب کی درآمد پر ۴ کروڑ ۷ لاکھ روپے کا زرمبادلہ خرچ ہوتا ہے اور یہ بھی ارشاد ہوا کہ شراب پر سیاحوں کی وجہ سے دس سال تک پابندی لگانا مشکل ہے۔ ملک کے اندر شراب سے ہزاروں روپے ٹیکس لے کر پورے معاشیات کو اس ام الخبائث کی وجہ پلید اور بے برکت بنا دیتے ہیں۔ دوسری طرف تقریباً ۵ کروڑ روپے شراب کے زرمبادلہ پر خرچ کر دیتے ہیں۔ ہمیں سیاحت کو فروغ دینا ہے مگر شرابیوں کی سیاحت نہیں۔ جو پورے ملک اور معاشرے کو برباد کر دیں گے۔ لیبیا کے مردِ مجاہد کرنل قذافی نے ان مصلحتوں کو نہیں دیکھا۔

بجٹ اور خاندانی منصوبہ بندی

ہم نے خاندانی منصوبہ بندی کے لیے بجٹ میں ساڑھے تین کروڑ روپے رکھے ہیں۔ ہم بار بار کہتے ہیں کہ یہ دولت نہ صرف نتائج کے لحاظ سے بلکہ شریعت کی رُو سے بالکل ناجائز خرچ کی جا رہی ہے۔ خدا کی شانِ رزاقیت کو چیلنج دے کر افراد کی قوت کو گھٹا کر ہم خدا کے غضب کو دعوت دے رہے ہیں۔ پھر خدا ایسی قوموں کی منصوبہ بندی خود کر لیتے ہیں۔ ہم نے خاندانی منصوبہ بندی سے فحاشی اور حرامکاری کو بڑھایا مگر آبادی گھٹانے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ ادھر خدا کے غضب نے ہماری نصف آبادی مشرقی پاکستان کی ہم سے کاٹ دی۔ یہ قدرت کی منصوبہ بندی تھی۔

جوا، پیشہ ور طوائف اور ثقافتی طائفے

بجٹ میں جوا کو گھوڑ دوڑ کے نام سے ترقی دی جا رہی ہے۔ پیشہ ور طائفوں پر ثقافت کے نام سے لاکھوں روپیہ لگایا جا رہا ہے۔ ہمیں ثقافتی طائفوں کے تبادلہ کے نام لاکھوں روپے کا زرِ مبادلہ لگانے کی کوئی ضرورت نہیں، ملک کی اکثریت بھوکی ننگی ہو اور ہم رقص و سرود، ناچ گانے اور فحاشی پر آرٹ، کلچر اور ثقافت کے نام سے لاکھوں روپے لگائیں تو اس سے بڑھ کر ستم ظریفی کیا ہو سکتی ہے۔ اسلامی مملکت کے بجٹ سے شراب، جوا اور سارے منکرات کے اخراجات معدوم ہونے چاہیے تھے۔ جن کے بارے میں خدا کا ارشاد ہے:

"انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطن فاجتنبوہ"

بجٹ اور اسلامی تعلیم و تبلیغ و دینی تربیت

ایک بہت بڑی خامی جو ہمارے ملک کے

(باقی صفحہ ۱۵ پر)

قمر شرق پوری

سن عیسوی کی داستان

بارہ مہینوں کے ناموں کا پس منظر کیا ہے ——؟

سن عیسوی کو حضرت مسیح علیہ السلام کی ولادت سے شروع کیا جاتا ہے لیکن دراصل یہ حضرت مسیح علیہ السلام کی ولادت سے پہلے رائج تھا۔ یہ سن قدیم رومن لوگوں کا تھا البتہ اس کے مہینوں کی ترتیب یہ نہ تھی جو رائج الوقت سن عیسوی میں ہے۔ ۵۴۲ء میں اس سن کو عیسوی قرار دیا گیا اور پہلی دفعہ خطوط اور سرکاری کاغذات پر اس کی تواریخ درج ہونے لگیں۔

اس سن کو رائج کرنے کا سلسلہ ایک یونانی محقق نے شروع کیا تھا اس نے بڑی تحقیق و تدقیق سے حساب لگا کر اس سن کو حضرت مسیح علیہ السلام کی ولادت سے تطبیق کی۔ لیکن موجودہ تحقیق نے اس کے حساب کو غلط کر دکھایا ہے موجودہ تحقیق سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ اس سن کی عمر حضرت مسیح علیہ السلام کی ولادت سے تقریباً تین سال کم ہے۔ یعنی اس سن کو ہم سلہ ق م کے اختتام سے شروع کرتے ہیں لیکن حضرت مسیح علیہ السلام کی ولادت سلہ یا ۴ ق م کے درمیان ہوتی ہے اس کے علاوہ ایک دوسری خامی یہ بھی ہے کہ جب ہم اس کے سال کا آغاز یکم جنوری سے کرتے ہیں تو گویا اس سن کا آغاز بھی یکم جنوری سے ہوا ہوگا۔ لیکن عیسائی دنیا میں عید میلاد المسیح ۲۵ دسمبر کو منائی جاتی ہے ۱۷۵۲ء تک اس سن کے سال کے آغاز میں اختلاف رہا کہیں اس کے سالوں کو مارچ سے شروع کیا جاتا تھا تو کہیں ایسٹر یا کرسمس سے اور بعض ممالک میں اسے ستمبر کے مہینے سے بھی شروع کیا جاتا تھا۔ لیکن ۱۷۵۲ء میں انگلستان نے جنوری سے شروع کیا اور اب یورپ و امریکہ میں سال کا آغاز بھی اسی مہینہ سے تسلیم کیا جاتا ہے۔

قدیم یونان اور فرانس والوں کا ہر مہینہ ۳۰ دن کا ہوتا تھا انہوں نے ہر مہینے کو دس دن کے حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ اور مہینے کی تاریخ کا تعین دہاکے کے اعتبار سے کیا جاتا تھا۔ مثلاً اگر انھوں نے ۱۵ یا ۱۳ تاریخ بتانی ہوتی تو کہتے تو دوسرے دہاکے کا پانچواں دن یا تیسرے دہاکے کا تیسرا دن۔

جنوری

ہر سال کا پہلا مہینہ روم کے ایک دیوتا جینس کے نام رکھا گیا۔ نوما پومپس نے دس مہینوں والے کیلنڈر میں جنوری کا اضافہ کر کے کیلنڈر ۱۲ ماہ کا بنایا۔ ۷۰۰ سال ق م میں اسی نے جنوری کے ۳۰ دن مقرر کئے تھے۔ جولیس سیزر نے ۴۶ ق م میں ایک دن مزید شامل کر لیا۔ انگریزوں نے اس کا نام ولف منتھ رکھا کیونکہ اس مہینے میں بھیڑیے وغیرہ خوراک کی تلاش میں نکلتے تھے۔

جینس :- رومن خیالات کے مطابق یہ دروازوں کا دیوتا تھا۔ کیونکہ وہ جب کوئی نیا کام کرتے تھے تو گویا وہ ایک نئے دروازے میں سے گزرتے تھے اس وقت ان کا یہ دیوتا مدد و اعانت کیا کرتا تھا۔ جنوری کا مہینہ اسی دیوتا کے نام پر بنایا گیا ہے۔ اور اس کا موجودہ مقام بھی اسی لیے ہے کہ یہ سال کا آغاز کرتا ہے گویا مہینوں کو گزرنے کے لیے نئے سال کا دروازہ کھولتا ہے۔ جنوری کا پہلا بڑا دن متبرک سمجھا جاتا ہے۔

فروری

یہ سال کا دوسرا مہینہ ہے اور سب سے چھوٹا ہے رومیوں نے اسے اپنے کیلنڈر میں شامل نہ کیا تھا اور ان کا سال صرف دس مہینوں کا چلتا رہا نوما پومپس نے دس مہینوں کے سال میں جنوری اور فروری کا اضافہ کیا۔ فروری کو سال کا آخری مہینہ رکھا۔ لیکن جولیس سیزر نے جولین کیلنڈر میں اسے دوسرا درجہ دیا اس سے پہلے اس کے تیس دن تھے ایک دن جولیس سیزر نے اس میں سے لے کر جولائی کو ۳۱ دن کا بنایا۔ اور فروری ۲۹ دن کا رہ گیا۔ لیکن آگسٹس نے فروری سے ایک اور دن نکال کر اپنے مہینے اگست میں شامل کر کے اسے ۳۱ دن کا بنا لیا۔ اور فروری میں صرف ۲۸ دن باقی رہ گئے۔ پہلے بھی اور اب بھی ہر چوتھے سال کے بعد اس میں ایک دن کا اضافہ ہوتا رہا ہے۔ فروری کا مہینہ Februarius سے بنایا گیا ہے اس کے متعلق دو روایتیں ہیں۔ ایک تو یہ قدیم اطالیہ کے دیوتا کا نام تھا اور دوسرے اس کے معنے پاکیزہ کرنے کے ہیں۔ رومن لوگ اپنے آپ کو نئے سال میں آنے والے تہواروں کے لیے اس مہینہ میں صاف اور پاک کیا کرتے تھے۔

مارچ

یہ سال کا تیسرا مہینہ ہے۔ پرانے رومن کیلنڈر میں یہ پہلا مہینہ تھا اور اسے مارٹیس کہتے تھے۔ جب جولیس سیزر نے اسے درست کیا اور سال کا آغاز جنوری سے کیا اس وقت اسے یہ سال کا تیسرا مہینہ بن گیا اس کا نام مارس دیوتا کے نام پہ رکھا گیا۔ مارس جوپیٹر اور جونا کا بیٹا تھا۔ جوپیٹر کی وجہ سے اسے بڑا اہم درجہ دیا جاتا تھا یہ زراعت اور پیداوار کا دیوتا تھا لیکن بعد میں اسے جنگ کا دیوتا بھی مان لیا گیا۔ اس کے مزار پر بڑے بڑے میلے لگا کرتے تھے۔ جن سپاہیوں نے جنگ پر جانا ہوتا تھا وہ اس کے مزار پر بھینٹ چڑھے ہوئے مرغوں اور چوزوں کو اپنے ساتھ لے جایا کرتے تھے۔

اپریل

یہ سال کا چوتھا مہینہ ہے۔ لاطینی لفظ اپریل سے ماخوذ ہے جس کے معنی کھلنے اور پھوٹنے کے ہیں۔ اس کا تعلق موسم بہار سے ہے یہ پرانے رومن کیلنڈر میں دوسرا مہینہ تھا لیکن جولیس سیزر نے اسے ۴۶ ق م میں چوتھا مہینہ قرار دیا۔

مئی

مئی کا مہینہ پرانے رومن کیلنڈر کے مطابق سال کا تیسرا مہینہ تھا۔ اور مارچ سال کا پہلا مہینہ۔ جنوری فروری کے مہینے گیارھواں اور بارھواں ہوتے تھے۔ جولیس سیزر نے کیلنڈر کو جنوری سے شروع کیا اور مئی کے مہینہ کو پانچواں مہینہ قرار دیا۔ اس کے ۳۱ دن مقرر ہوئے اس مہینے کے متعلق کئی کہانیاں مشہور ہیں زیادہ قابل قبول یہ ہے کہ یہ مائیا دیوی جو بہار کی دیوی ہے سے موسوم کیا جاتا تھا۔ لیکن کچھ مورخین کا خیال ہے کہ مئی Majores کا مخفف ہے جو ایک لاطینی لفظ ہے۔ اور اس کے معنے پرانے لوگ ہیں۔

جون

سال کا چھٹا مہینہ ہے اور پرانے رومن کیلنڈر میں یہ چوتھا مہینہ تھا ایک زمانہ تھا کہ اس کے ۲۹ دن تھے جولیس سیزر نے اسے ۳۰ دن کا بنایا اور سال کا چھٹا مہینہ قرار دیا۔ رومن خیالات کے مطابق یہ مہینہ روم کی دیوی جونو کے نام پر رکھا گیا ہے جو قدیم رومن مذہب میں ایک دیوی مانی جاتی تھی جس کی شادی اٹلی اور یونان کے قدیم لوگوں کے دیوتا جوپیٹر سے ہوئی تھی۔ پرانے یونانی اسے "ہیرا" کا نام دیتے تھے۔ شادی اور بچوں کی پیدائش میں اس دیوی کو خاص اہمیت حاصل تھی۔ مردوں کی نسبت عورتیں اس کی زیادہ پوجا پاٹ کیا کرتی تھیں۔ اور اس کی ایک ایک مورتی اپنے پاس رکھنا ایک سعادت خیال کرتی تھیں۔ جو عورتیں اس کے خاوند سے محبت کیا کرتی تھیں یا اس سے پیار و الفت کا دم بھرتی تھیں انہیں بڑی حسد کی نگاہ سے دیکھتی تھی اور انہیں اور ان کے بیٹوں کو سخت سزا دیا کرتی تھی۔

جولائی

یہ سال کا ساتواں مہینہ ہے۔ پرانے رومن کیلنڈر کے مطابق پانچواں مہینہ تھا جولیس سیزر اس مہینہ میں پیدا ہوا تھا جب جولیس سیزر نے ۴۶ ق م میں کیلنڈر میں رد و بدل کیا تو جس مہینے میں پیدا ہوا تھا اس کا نام اپنے نام پر رکھا اس وقت اس کا نام جولیس تھا جو رفتہ رفتہ صرف جولائی رہ گیا۔

جولیس سیزر :- یہ ایک مشہور جرنیل، ریاضی دان اور عالم تھا۔ روم کی طاقت میں اسے ایک خاص امتیاز حاصل تھا اس کے مشیروں نے اسے مشورہ دیا اور فیصلہ کیا کہ اسے بادشاہ بنا دیا جائے چنانچہ ۱۵ مارچ ۴۴ء ق م میں بادشاہی کا اعزاز اس کی خدمت میں پیش کیا جانے والا تھا اس سلسلے میں ایک شاندار تقریب کا اہتمام بھی کیا گیا لیکن ابھی اس تقریب کا آغاز ہوا تھا کہ سازشیوں نے خنجر مار کر اسے ہلاک کر دیا۔

اگست

یہ سال کا آٹھواں مہینہ ہے۔ رومن کیلنڈر کے مطابق سال کا چھٹا مہینہ تھا اس کے ۳۰ دن مقرر ہوئے تھے اس وقت اسے سیکسٹلس کہا جاتا تھا۔ جس کے معنے چھٹا سکسٹو کے ہیں۔ شہنشاہ آگسٹس نے فروری سے ایک دن لے کر اس میں شامل کر لیا اور یہ اکتیس دن کا مہینہ بن گیا آگسٹس سیزر جولیس سیزر کا بھتیجا تھا۔ اس کا اصل نام اوکٹوین تھا۔ اس کی تاریخ ۲۳ ستمبر ۶۳ ق م ہے جولیس سیزر کے قتل کے بعد ملک میں عام انتشار پھیل گیا۔ اوکٹوین سے ملک کا زیاں نہ دیکھا گیا اس نے تلوار ہاتھ میں لی اور

سلطان عبدالحمید نے یہودی سرمایہ داروں کی ہر پیشکش ٹھکرادی

فلسطین میں صیہونی ریاست کے عوض ترکی کو بحری بیڑہ فراہم کرنے کا وعدہ کیا گیا

تحریر: احسان کلیم

یروشلم کے باہر جبل زیتون پہ کھڑے ہو کر نظر دوڑائی جائے تو حد نظر تک پھیلے ہوئے وسیع مناظر اس دور کی یاد دلاتے ہیں جب خدا کے متعدد پیغمبر اس سرزمین میں لوگوں کی رہنمائی کے لیے دنیا میں بھیجے گئے تھے۔ مشرق کی جانب بہت دور نشیب میں بحیرہ مردار نقرئی پٹی کی صورت میں نظر آتا ہے۔ مغرب کی طرف تاریخی قبہ صخرا ہے جو پورے شہر میں سب سے نمایاں نظر آتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ فلسطین تاریخ کے مختلف ادوار میں مختلف اقوام کی یورشوں کی آماجگاہ رہا ہے اس سرزمین پر متعدد فاتحین کے نقوش پا ثبت ہیں۔ مختلف قوموں کی تہذیب کی چھاپ اس کے ہر حصہ پر موجود ہے اس اعتبار سے اسے ایک عظیم الشان عجائب گھر سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی پیدائش سے تقریباً ڈھائی ہزار سال قبل مصریوں نے فلسطین پر قبضہ کر لیا تھا۔ نویں صدی قبل مسیح میں اشوریوں نے مصریوں کے اقتدار کو للکارا۔ اور بالآخر اسے اپنی قلمرو میں شامل کر لیا۔ بعد ازاں اہل بابل حملہ آور ہوئے اور اس مقدس سرزمین پہ اپنی فتح کے جھنڈے لہرا دیئے۔ چھٹی صدی قبل مسیح میں ایرانیوں نے بابل والوں کو شکست دی اور چوتھی صدی قبل میں یہی دن ایرانیوں کو یونانیوں کے ہاتھوں دیکھنے پڑے۔ یونانی اثر و اقتدار اس خطہ ارضی پر تین سال تک رہا

پہلی صدی عیسوی میں اس پر رومنوں نے قبضہ کیا جو ظہور اسلام تک رہا۔ رومیوں اور بازنطینیوں کو مسلمانوں نے شکست دی۔ جس کے بعد چھ سو سال تک امیوں، عباسیوں اور فاطمیوں کا پرچم سطوت لہراتا رہا۔ یہ زمانہ اس کی تاریخ میں سنہری دور خیال کیا جاتا ہے۔ بارھویں صدی عیسوی میں اس پر صلیبیوں نے قبضہ کر لیا۔ لیکن جلد ہی ان پر مسلمان غالب آ گئے اور تیرھویں صدی میں مصری مملوکوں کا اس پر اقتدار قائم ہو گیا۔ سولہویں صدی میں فلسطین عثمانی ترکوں کے زیر نگیں آیا۔ ان کا قبضہ پہلی جنگ عظیم تک برقرار رہا۔ ۱۹۱۸ء میں جنگ ختم ہوئی۔ تو اس علاقے پر اتحادیوں کا اقتدار قائم ہو چکا تھا ۱۹۲۲ء میں عراق کی طرح فلسطین بھی برطانیہ کے زیر انتداب آ گیا۔

پہلی جنگ عظیم

واقعہ یہ ہے کہ پہلی جنگ عظیم فلسطین کی تاریخ میں اہم سنگ میل ثابت ہوئی دنیا بھر کے یہودی اس پر قبضہ کے خواب دیکھنے لگے ان کی خواہش تھی اس علاقہ پر انہیں پاؤں رکھنے کی جگہ مل جائے۔ عالمی صیہونی تحریک نے ۲۷ سال قبل جو سکیم بنائی تھی وہ جنگ کی اکھاڑ پچھاڑ میں حقیقت کا روپ اختیار کرنے لگی۔ ۱۸۹۷ء میں عالمی صیہونی کانفرنس بیل کے مقام پر منعقد ہوئی جس میں فیصلہ کیا گیا کہ:۔

۱۔ فلسطین میں یہودی کسانوں، محنت کشوں، فنکاروں اور دست کاروں کی آباد کاری کی حوصلہ افزائی کی جائے۔

۲۔ عالمی صیہونیت کو بحیثیت مجموعی بین الاقوامی اور مقامی گروپوں کی صورت میں منظم کیا جائے۔

۳۔ یہودیوں میں نسلی علیحدگی کے احساس اور غرور کی ترویج کی جائے۔

۴۔ متذکرہ مقاصد کے حصول کے لیے حکومتی سطح پر منظوری حاصل کی جائے۔ برطانیہ میں بسنے والے یہودیوں نے جو بلند سماجی حیثیت کے مالک تھے اس سلسلہ میں نہایت عیارانہ کردار ادا کیا۔ ان میں لارڈ ایلنبی، لارڈ شیفٹلس بری کرنل کولر والٹر کرسپ، بارن جیمز فن اور لارنس ارلی فنٹ وغیرہ شامل تھے۔ انہوں نے بڑی بڑی تجارتی کمپنیوں کے سرمایہ دار حصہ داروں کا تعاون حاصل کیا۔ ان لوگوں نے بھاری معاوضے پر اہل قلم کی خدمات حاصل کیں جنہوں نے فلسطین میں یہودی ریاست کے قیام کے حق میں زوردار مضامین لکھے اور برطانوی رائے عامہ کو ہموار کیا۔ اس مہم کے بعد لارڈ بکنس فیلڈ اور لارڈ سلیس بری دونوں اس تحریک میں شامل ہو گئے۔

سازش کا ہدف

یہودی سازش کا سب سے بڑا ہدف ترکی کے سلطان عبدالحمید تھے۔ ڈاکٹر ہرزل نے عثمانی حکمران سے ایسی مراعات حاصل کرنے کی کوشش کی جو فلسطین میں یہودی ریاست قائم کرنے کی راہ ہموار کر سکتی تھی۔ سلطان کی دوربین نگاہ نے ان تمام خطرات کو بھانپ لیا جو اس صورت میں پیش آ سکتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے کسی قسم کی رعایت دینے سے انکار کر دیا۔ مگر ہرزل جلد ہمت ہارنے والا شخص نہیں تھا وہ جرمنی کے شہنشاہ ولیم سے ملا اور اسے آمادہ کیا کہ وہ ترکی کے دورے کے دوران فلسطین میں یہودی ریاست کے قیام کے مسئلہ پر سلطان سے بات چیت کرے۔ اس کے معاوضے میں اس نے شہنشاہ کو یقین دلایا کہ عالمی صیہونی تحریک ترکی کے علاقہ میں جرمن ثقافت کو فروغ دینے کی زبردست جدوجہد کرے گی اس طرح برطانیہ کا اثر و رسوخ کم ہوگا۔ اور حالات جرمنی کے موافق ہو جائیں گے۔ جب اس نے اس مسئلہ پر سلطان سے بات کی تو خاموشی کے سوا کوئی جواب نہ ملا ۱۹۰۲ء میں سلطان عبدالحمید نے یہودی لیڈر کو فتنہ پردازی کا تمغہ دیا جب اس نے لکھا کہ ڈاکٹر ہرزل سے کہہ دو کہ وہ فلسطین میں یہودی ریاست کے قیام کے سلسلہ میں مزید کوئی کوشش نہ کرے۔ یہودیوں کا یہ خواب اسی صورت میں پورا ہو سکتا ہے جب عثمانی سلطنت ختم ہو جائے۔ خلیفہ سلطان کی طرف سے یہ ایک سخت جواب تھا تاہم یہودیوں نے سلطان کو شیشے میں اتارنے کی کوششیں ترک نہ کیں انہیں بڑے لالچ دیئے گئے یہاں تک کہا گیا کہ وہ ترکی کے لیے بحری بیڑہ تیار کرنے میں مدد دیں گے۔ اور دوسرے کاموں کے لیے بھی مالی قرضے فراہم کریں گے۔ لیکن سلطان نے کوئی پیشکش قبول نہ کی بلکہ ہر پیشکش پہ ان کے دل میں شکوک و شبہات بڑھتے گئے۔

سلطان سے مایوس ہونے کے بعد یہودی منصوبہ بازوں نے فیصلہ کیا کہ سلطان کو راستے سے ہٹا دیا جائے۔ ہرزل کی وفات کے بعد یہودی اس کوشش میں کامیاب ہو گئے۔ انہوں نے اتحاد اور ترقی کی ترک سوسائٹی" میں اثر و رسوخ حاصل کر لیا۔ سلطان کا تخت الٹ دیا گیا۔ بعد میں شوکت پاشا کی قیادت میں جو حکومت برسر اقتدار آئی اس میں یہودی وزیر ہوتے تھے کابینہ نے فیصلہ کیا کہ یہودیوں کو فلسطین میں اراضی خریدنے کی اجازت دے دی جائے۔ اس طرح سلطان عبدالحمید اور ہرزل کے مابین جو رسہ کشی ہوئی تھی اس میں آخری فتح ہرزل کو نصیب ہوئی۔

جنگ عظیم اوّل کے اختتام کے قریب یہودیوں نے دیکھ لیا کہ اتحادی جرمنی کو شکست دے دیں گے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی سرگرمیوں کا مرکز دوبارہ لندن کو بنا لیا۔ اور یہودی ریاست کے قیام کے حق میں پروپیگنڈا مہم شروع کر دی۔ انہوں نے یہ تاثر دیا کہ وہ برطانیہ کی سرپرستی ہی میں فلسطین میں یہودی ریاست قائم کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے برطانیہ کو یقین دلایا کہ یہودی ریاست قائم ہو جانے سے نہ صرف نہر سویز کے علاقے میں بلکہ انڈیا اور مشرق بعید میں نوآبادیاتی مفادات محفوظ ہو جائیں گے۔ چنانچہ اس افہام و تفہیم کے تحت ۱۹۱۷ء میں رسوائے زمانہ اعلان بالفور جاری ہوا جس میں کہا گیا کہ "ملک معظم کی حکومت فلسطین میں یہودیوں کے "قومی گھر" کے قیام کی حمایت کرتی ہے اور وہ اس مقصد کے حصول کے لیے ہر ممکن کوشش کرے گی۔ یہ بھی واضح رہے کہ فلسطین میں موجود غیر یہودیوں کے مذہبی اور شہری حقوق کی حفاظت کی جائے گی۔ اس سلسلے میں کسی سے امتیازی سلوک نہیں کیا جائے گا" کہا جاتا ہے کہ اعلان بالفور کے ذریعے برطانیہ نے یہودیوں کو اجازت دے دی کہ وہ فلسطین میں اپنے لیے ایک الگ ریاست قائم کر لیں۔ ۱۹۳۷ء میں فلسطین کے بارے میں رائل کمیشن رپورٹ شائع ہوئی۔ برطانیہ کے وزیر اعظم لارڈ جارج نے اس میں لکھا:۔ یہودیوں نے ہم سے کہا تھا کہ اگر اتحادی ہمیں فلسطین میں قومی ریاست قائم کرنے میں مدد دیں تو ہم اتحادیوں کے مقاصد کی تقویت کے لیے دنیا بھر میں مہم چلائیں گے انہوں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم



عفیفہ راشدہ

جنابِ سرورِ کائنات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنی نوعِ انسان پر جو احسانات فرمائے وہ بے شمار اور بے حساب ہیں۔ جن کے ذکر سے ضخیم کتابیں بھری پڑی ہیں۔ اس مختصر سے مضمون میں میں صرف اُن چند احسانات کا ذکر کروں گی جو آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے طبقۂ اناث پر فرمائے۔

بعثتِ اسلام سے پہلے نہ صرف عرب ممالک میں بلکہ تمام دنیا کے ان ملکوں میں بھی جو آج عورت کے احترام کا دعوےٰ کرنے میں پیش پیش ہیں، عورت کی حالت پالتو جانوروں سے کسی طرح بہتر نہ تھی۔ حوا کی بیٹی کا جو اس وقت اشرف المخلوقات کا "نصف بہتر" ہے اس وقت یہ حشر تھا کہ وہ صرف مرد کے لیے تفننِ طبع کا ذریعہ تھی یا محض خادمہ کی حیثیت رکھتی تھی۔ شوہر ذرا سی فروگذاشت پر اُسے پابہ زنجیر کشاں کشاں لے جاتا تھا۔ اور سرِ بازار بیچ آتا تھا۔ عرب میں تو عورت کی ذات گردن زدنی تھی، اُسے جینے تک کا حق نہ دیا جاتا تھا۔ پیدا ہوتے ہی اُسے زندہ گاڑ دیتے تھے۔ آفتابِ رسالت طلوع ہوا تو اس حقیر مخلوق کو بھی پنپنے کا موقع ملا۔ اس کے حقوق مردوں کے ذمہ عائد کیے گئے۔ اسے ماں یا بہن، بیٹی یا بیوی کی حیثیت سے پہچاننے کا حکم صادر ہوا، اس کے احترام کی تاکید کی گئی۔ اس کا حق وراثت تسلیم کیا گیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی طور پر خواتین کے احترام کا سبق دیا۔ آپ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا بے حد احترام کرتے تھے۔ جب تک وہ زندہ رہیں کوئی کام ان کے مشورہ کے بغیر نہ کرتے، ان کی خدمات کا ہمیشہ احترام کیا کرتے۔ سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو بے حد چاہتے تھے۔ وہ جب بھی آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتیں آپؐ شفقت سے اُٹھ کھڑے ہوتے اور اپنی جگہ انہیں بیٹھنے کے لیے دے دیتے۔ جب ان کے ہاں خود تشریف لے جاتے تو اندر داخل ہونے سے پہلے دروازہ پر دستک دیتے۔

زمانۂ جاہلیت میں باپ کی تمام بیویاں باقی املاک کی طرح بیٹے کی وراثت میں آتی تھیں۔ اور یہ عورت کی انتہائی تذلیل تھی مزید برآں کسی رشتہ کی حد بندی نہ تھی۔ حلال و حرام کا امتیاز نہ تھا۔ ہمارے محسنِ اعظم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مکروہ اقدام پہ حد قائم کی اور محرماتِ ابدیہ کی تمیز و تخصیص فرمائی، واضح طور پر گنوایا کہ کون کون سے رشتہ کی عورتیں کس مرد کے نکاح میں آسکتی ہیں، کون سی اس پر حرام ہیں، اس سے عورت کے احترام کا واضح پہلو نکلتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح مردوں کو عبادت کا اہل قرار دیا اور تحصیلِ علم کا حکم فرمایا اسی طرح عورتوں کو بھی حصولِ علم کی تاکید کی۔ جس طرح مردوں کو روحانیت کی رفعتیں حاصل کرنے کے واسطے تزکیۂ نفس، سخت کوشی اور ایثارِ نفسی کی تلقین فرماتے، ویسے ہی عورتوں کو غیر ضروری سامانِ تزئین و آرائش یا لہو و لعب سے پرہیز کی تلقین فرماتے۔

ایک دفعہ آپ کی ازواجِ مطہرات نے مطالبہ کیا کہ کفار کی بیویاں اتنی خوش پوش اور آراستہ رہتی ہیں۔ ان کے مقابلہ میں یہ اپنے آپ کو ظاہری حیثیت میں کمتر محسوس کرتی ہیں اس لیے انہیں بھی اچھے لباس اور زیورات دیے جائیں۔ اس مطالبہ پر آپؐ خفا ہو گئے اور کچھ عرصہ تک ان کے پاس تشریف نہیں لے گئے تھے۔ آخر تائیدِ الٰہی پہ وحی نازل ہوئی اور اللہ پاک نے فرمایا۔ کہ:-

"بیبیوں سے کہہ دو اگر وہ دنیاوی شان و شوکت کی طلبگار ہیں تو انہیں فاخرہ لباس اور زیورات دے کر رخصت کر دو، اور اگر نبیؐ کی ازواج ہونے کا فخر چاہتی ہیں تو دنیا سے بے نیاز رہیں۔"

جب آپؐ نے ازواجِ مطہرات کو وحیِ الٰہی سے آگاہ کیا۔ اس وقت تک آپؐ کی خاموشی امہات المومنین کے لیے کافی سزا بن چکی تھی انہوں نے نادم ہو کر معافی مانگی اور حسبِ سابق سادہ زندگی پر قناعت کی۔ سادگی اور دنیاوی تعیش سے بے نیازی ایک خاتونِ خانہ کے لیے آپ کی عملی تعلیم ہے ورنہ وہ والیٔ دو جہاں تھے اپنی ازواج کو دنیا کی ہر نعمت دے سکتے تھے۔ بایں ہمہ بشریت کے تقاضہ کو سمجھتے ہوئے ازواجِ مطہرات کی دلجوئی کرنے سے بھی گریز نہ کرتے تھے اور اس کے واسطے ذاتی ایثار کرنے پر آمادہ ہو جاتے۔

ایک دفعہ ازواج میں سے کسی نے اعتراض کیا کہ آپ فلاں بی بی کے حجرہ میں زیادہ دیر بیٹھتے ہیں۔ اس پر آپ نے بڑی نرمی سے عذر پیش کیا کہ ان کے ہاں کہیں سے شہد آیا ہوا ہے وہ مجھے کھانے کو دے دیتی ہیں۔ اسی لیے دیر ہو جاتی ہے اس پر ان بیوی نے دوسری بیویوں کو سکھایا کہ جب آپؐ آئیں تو کہا جائے کہ آپؐ کے منہ سے مغافیر کی خوشبو آتی ہے (مغافیر ایک جنگلی جھاڑی کا پھل تھا جس کو مہذب لوگ کھانا پسند نہیں کرتے تھے) چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں نے تو شہد کھایا ہے لیکن تمہیں مغافیر کی بو خوشگوار محسوس نہیں ہوتی تو آئندہ شہد بھی نہیں کھاؤں گا لیکن بعد میں وحی سے یہ ارادہ ترک کر دیا۔

اسی طرح ایک دفعہ جنگ کے مالِ غنیمت کے ساتھ بہت سے قیدی آئے۔ سیدہ فاطمہؓ نے اپنے والد مکرم سے درخواست کی کہ انہیں گھر کا سارا کام کرنا پڑتا ہے۔ سب لوگ لونڈیاں غلام لے جا رہے ہیں ایک خادمہ انہیں بھی دے دی جائے جو گھر کے کام میں ان کا ہاتھ بٹا سکے۔ اپنی پیاری بیٹی کی اس خواہش میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو راحت طلبی اور میلان کا پہلو نظر آیا۔

کل آزاد جموں و کشمیر جمعیۃ طلبہ اسلام کے انتخابات

آزاد کشمیر ضلع پونچھ کے مختلف علاقوں میں کل آزاد جموں و کشمیر جمعیۃ طلبۂ اسلام کی شاخوں کے مندرجہ ذیل انتخابات عمل میں لائے گئے:

۱- مدرسہ دارالعلوم تعلیم القرآن باغ:-

صدر، حافظ محمد ریاض۔ نائب صدر، حافظ محمد زاہد
ناظمِ اعلیٰ، حافظ عبدالقادر۔ نائب ناظم، احمد حسین
ناظم نشر و اشاعت، مولوی محمد انور
خزانچی، مولوی ظہیر احمد۔

۲- مدرسہ دارالعلوم تعلیم القرآن چھتر ۲

صدر، حافظ عبدالرؤف۔ نائب صدر، حافظ بشیر احمد
ناظمِ اعلیٰ، حافظ کبیر احمد۔ نائب ناظم، حافظ محمد فاروق
خزانچی، حافظ عبدالقدوس۔
ناظم نشر و اشاعت، حافظ عبداللطیف۔

صدر، قاری محمد شریف۔ نائب صدر، حافظ ذوالفقار علی
ناظمِ اعلیٰ حافظ محمد علی۔ نائب ناظم، حافظ حکم داد۔
ناظم نشر و اشاعت، حافظ سعید احمد شاہ۔
خزانچی، حافظ محمد سلیم۔

۴- مدرسہ دارالعلوم تعلیم القرآن ریڑہ:-

صدر، قاری محمد صدیق۔ ناظمِ اعلیٰ، حافظ محمد رشید
خزانچی، حافظ محمد خان ناظم نشر و اشاعت حافظ علی اکبر

۵- مدرسہ دارالعلوم جامعہ مدنیہ بحیرہ

صدر، محمد لیسین۔ ناظمِ اعلیٰ، حافظ عبدالعزیز
خزانچی، حافظ محمد علی۔ ناظم نشر و اشاعت، حافظ محمد سلیم

۶- مدرسہ جامعہ اسلامیہ راولاکوٹ:-

صدر، حافظ پیر محمد۔ ناظمِ اعلیٰ، مولوی محمد فاروق
نائب ناظم، فضل الرحمٰن۔ ناظم نشر و اشاعت، حافظ ارشاد احمد
خزانچی، مولوی نور محمد، سفیر ۱، حافظ عبدالخالق،
سفیر ۲ سیف الرحمٰن۔

(محمد ارشاد ناظم نشر و اشاعت لاہور برانچ)

۷- مدرسہ جامعہ اسلامیہ دھیرکوٹ:

طبی معلومات: برسات کی بیماریاں اور ان کا علاج

استاذ الحکماء حکیم آزاد شیرازی سابق پرنسپل طبیہ کالج، مدیر تذکرہ لاہور

راقم الحروف نے اپنے ایک سابقہ مضمون میں لکھا تھا کہ برصغیر پاک وہند میں بہار کا موسم صرف شعر و شاعری کی حد تک آتا ہے۔ بہار اپنے حقیقی معنوں میں صرف سرزمین ایران سے خاص ہے۔

البتہ ہمارے ملک میں برسات کا موسم اپنی بہاریں ضرور دکھاتا ہے لیکن یہ موسم بھی جہاں خاک کے تودوں کو سبزہ زار بنا جاتا ہے وہاں انسانی صحت کے لیے طرح طرح کے عوارض بھی اپنے جلو میں لے کر آتا ہے بلکہ جاتے جاتے بعض بیماریاں بطور یادگار چھوڑ جاتا ہے یعنی: ع

بہار اگر چلی جاتی ہے، ویرانی نہیں جاتی

ضعف ہضم، سوئے ہضم، تخمہ، ہیضہ، پیچش، انفلوئنزا، خسرہ، وغیرہ بیماریاں برسات کے موسم میں عام طور پر پھیل جاتی ہیں ان بیماریوں کے پھیلنے کے اسباب میں سے سب سے بڑا سبب وہ تعفن، غلاظت اور گندگی کے ڈھیر ہیں جو ہمارے دیہات اور شہروں میں جگہ جگہ اہرام مصر کے مانند پھیلے ہوئے ہیں گندگی کے ان ڈھیروں اور گندے پانی کے ان گڑھوں کی ذمہ داری جہاں میونسپل کمیٹیوں اور کارپوریشنوں کے روایتی تغافل پر عاید ہوتی ہے۔ عوام الناس کی بے شعوری اور ذمہ داری کے عدم احساس کو بھی اس سے بری الذمہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔

ضعف ہضم، سوء ہضم اور تخمہ تینوں بیماریوں کی ایک ہی وجہ ہے اگر سبب ضعیف ہضم ہے تو ضعیف ہضم پیدا ہوتا ہے۔ اگر وجہ متوسط ہے تو سوئے ہضم یعنی بدہضمی پیدا ہوتی ہے اور اگر سبب قوی ہے تو تخمہ پیدا ہوتا ہے —

ضعفِ ہضم کی علامت یہ ہے کہ غذا دیر تک معدہ میں رہتی ہے، اور اس کے ہضم میں تاخیر ہو جاتی ہے۔ سوئے ہضم کی نشانی یہ ہے۔ کہ غذا بخوبی ہضم نہیں ہوتی اور اس میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے۔ تخمہ کی علامت یہ ہے کہ قوت ہاضمہ غذا میں بالکل تصرف نہیں کرتی اور وہ بجنسہ قے یا اسہال کے ذریعے نکل جاتی ہے۔ ان امراض کا آسان علاج یہ ہے کہ سکنجبین میں زنجبیل ملا کر کھلائی جائے۔ سیر بھر سکنجبین میں آدھ چھٹانک زنجبیل ملانی چاہیئے۔

ہیضہ وہ مرض ہے جس میں فاسد اور غیر ہضم شدہ مواد جسم سے معدہ میں آتے ہیں اور نہایت شدت سے قے یا اسہال کے ذریعے نکل جاتے ہیں۔ ایسا بھی ممکن ہے کہ قے نہ آئے اور تمام مادہ اسہال کی طرف مائل ہو لیکن اس کے ساتھ متلی ضرور ہو گی۔

ہیضہ اگرچہ نہایت خطرناک مرض ہے لیکن اس میں اسہال کی کثرت، شدید کمزوری، نبض کا ساقط ہو جانا اور تشنج پیدا ہونا اتنا خطرناک نہیں ہے اگر بروقت صحیح علاج کیا جاتے تو یہ عوارض جلد ہی فارغ ہو جاتے ہیں۔

ہیضہ کا سبب کچھ ہو اس بات کی کوشش کرنی چاہیے کہ فاسد مادہ قے یا اسہال کے ذریعے مکمل طور پر خارج ہو جائے اور انہیں جلد بند نہ کریں بلکہ اگر قے یا اسہال بفراغت نہ آئیں تو مقیات اور مسہلات مناسبہ کے ذریعے مدد کریں ہاں اگر کمزوری کا خدشہ ہو تو مزاج کے موافق دوا دے کر بند کر دیں۔ لیموں کا چھلکا منہ میں رکھنے سے قے اور اسہال بند ہو جاتے ہیں۔ جب پیاس اور حرارت کی زیادتی ہو تو گرم دوا ہرگز نہ دیں مریض کو حرکت نہ دیں۔ کوئی غذا نہ کھلائیں۔ اور حتی الامکان نیند لانے کی کوشش کریں۔ کیونکہ اس مرض میں مریض کو ساکن رکھنے، غذا نہ دینے اور نیند لانے سے بہتر کوئی تدبیر نہیں ہے۔ سکونِ ہیضہ کے بعد قوت بحال کی خاطر کمتر اور لطیف تر غذا کھلائیں۔ اگر قے کے ساتھ غشی طاری ہو جائے تو روغن کنجد میں جائفل یا لونگ باریک پیس کر پلائیں اور بدن پر نیم گرم مالش کریں۔

بدہضمی، تخمہ اور ہیضہ کے لیے مندرجہ ذیل نسخہ مفید ہے:

فلفل سیاہ، فلفل دراز، نوشادر، قلمی شورہ، اجوائن دیسی، نمک سیاہ، نمک سانبھر، برگ مدار زرد شدہ ہر ایک پانچ تولہ، ہینگ (بریان در روغن زرد) ایک تولہ۔ سب کو باریک سفوف کر لیں اور برگ مدار تازہ کو کوٹ کر تمام ادویات ملا کر چھ گھنٹہ تک متواتر ہاون دستہ میں کوٹیں۔ مقدار خوراک ایک ماشہ ہمراہ عرق بادیان۔

ہیضہ کے لیے ایک اور مفید نسخہ مندرجہ ذیل ہے:

سوڈا بائیکارب ۵ تولہ، الائچی خورد ۱ تولہ، فلفل سیاہ ۱ ماشہ، روغن سونف ۶۰ قطرے، سائیٹرک ایسڈ ۲ تولہ ست پودینہ ۲ ماشہ، کافور ۳ ماشہ، ست اجوائن ایک ماشہ چینی ۱۰ تولہ۔ تمام ادویات کو الگ الگ باریک کر کے یکجا کر لیں، ست پودینہ، ست اجوائن اور روغن سونف کو حل کر کے ملائیں۔ مقدار خوراک ۳ ماشہ عرق سونف یا پودینہ کے ساتھ دن میں تین چار مرتبہ دیں۔

شیراز دواخانہ کی دوائی لیمونی احمر اور سفوف فرحت ہیضہ کے لیے اکسیر دوائیں ہیں۔ لیمونی احمر ۵ تولہ کی قیمت ۵ روپے اور سفوف فرحت ۱ تولہ کی قیمت ۵ روپے ہے دونوں دوائیں استعمال کرنے سے ہیضہ پر قابو پا کر مریض کی توانائی بھی بحال ہو جاتی ہے۔

برسات کے مذکورہ بالا امراض سے بچاؤ کی خاطر اس موسم میں ہلکی غذا، لیموں، پیاز، اچار، سرکہ انگوری، انار دانہ پودینہ کی چٹنی وغیرہ کا استعمال روزمرہ کرنا چاہیئے۔ کوئی بھی سالن ہو اس میں لیموں نچوڑ لینا چاہیئے۔

پیچش یا زحیر کو علة الدحاجہ بھی کہتے ہیں اس مرض میں تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد تھوڑی تھوڑی رطوبت نکلتی ہے خواہ خون کے ساتھ ملی ہوئی ہو یا اس کے بغیر۔ اگر اس کا سبب خشک پاخانہ ہو جو آنتوں میں بند ہو جاتا ہے اور جس کو طبیعت رفع کرنا چاہتی ہے اور وہ نہیں نکلتا بلکہ اس کی بجائے آنتوں کی رطوبت خارج ہوتی ہے تو اسے زحیر کاذب یعنی جھوٹی پیچش کہتے ہیں اس کی علامت یہ ہے کہ مریض کو اسبغول کھلایا جائے تو وہ اجابت میں خارج نہیں ہوتا اس مرض کے لیے بعض اوقات روغن تخم بیدانجیر ملا کر مسہل دیا جاتا ہے جس سے آنتوں کے سدے خارج ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد شیراز دواخانہ کی اکسیر زحیر کی دو چار خوراکیں دی جائیں تو پیچش سے نجات حاصل ہو جاتی ہے۔ گلقند میں سونف ملا کر دینا، معجون فلافلی اور جوارش کمونی بھی اس مرض میں مستعمل ہے۔

انفلوئنزا وبائی نزلہ زکام کو کہتے ہیں اس مرض سے بچنے کے لیے بلکہ بعض اوقات اس مرض پر قابو پانے کے لیے بھی طب مشرق کا یہ نسخہ بے پناہ فوائد کا حامل ہے۔

دارچینی ایک تولہ، بادیان ۶ ماشہ، الائچی خورد ۵ عدد بادیان خطائی ۳ ماشہ، پودینہ خشک ۳ ماشہ، سبز چائے ۳ ماشہ۔ ان سب ادویات کو آدھ سیر پانی میں جوش دیں۔ ڈیڑھ پاؤ رہ جانے پر نیم گرم نمک یا چینی ملا کر دن میں دو بار پئیں۔

یہ قہوہ نہ صرف انفلوئنزا میں مفید ہے بلکہ اکثر امراض معدہ کے لیے بمنزلہ تریاق ہے۔ برسات اور اس کے بعد کے موسم میں گھر کے سب افراد کو روزانہ صبح یا سہ پہر ایک ایک فنجان اس قہوہ کا پلانا از بس مفید ہے۔

خسرہ۔ وہ نامراد مرض ہے جو اس موسم میں عموماً بچوں پر حملہ آور ہوتا ہے اس کے ساتھ تیز بخار ہوتا ہے اس کا بہترین علاج یہ ہے کہ:

عناب ولائتی ۵ عدد، خاکسی ۳ ماشہ، مویز منقی ۹ عدد کا جوشاندہ پکائیں اور کشتہ گئودنتی تصف رتی اسی جوشاندہ کے ہمراہ دیں۔ جب خسرہ کے دانے بخوبی نکل کر واپس ہو جائیں اور بخار بھی رفع ہو جائے تو کمزوری کو دور کرنے کے لیے خمیرہ مروارید استعمال کرائیں۔

برسات کے موسم میں گلے سڑے پھلوں خصوصاً امرود کھانے سے بالکل پرہیز کریں۔ آم اور جامن برسات کے مفید پھل ہیں لیکن انہیں بھی اعتدال کے ساتھ کھائیں دودھ یا دہی کی لسی کے بجائے پیاس بجھانے کے لیے سرکہ یا لیموں کی سکنجبین استعمال کریں۔ سبز چائے جس میں دارچینی یا بادیان خطائی اور الائچی شامل ہو پینا مفید ہے کالی چائے میں بھی دارچینی الائچی شامل کر کے پئیں۔ کچا دودھ ہرگز نہ پئیں۔ برسات کے موسم میں پانی میں بھی

(باقی صفحہ ۱۹ پر)

مطبوعات جدیدہ

تعارف وتبصرہ کیلیے
مطبوعات کی دو جلدیں
دفتر میں ارسال کرنا ضروری ہیں
—ادارہ—

• ماہنامہ الرشید

جامعہ رشیدیہ ساہیوال کا دینی مجلہ

مدیر منتظم :— مولانا حبیب اللہ رشیدی
مدیر اعلیٰ :— مفتی محمد یوسف لدھیانوی
مدیر معاون :— مولانا مقبول احمد

جامعہ رشیدیہ ساہیوال کی علمی خدمات محتاج تعارف نہیں۔ جامعہ رشیدیہ کے بانی حضرت مولانا مفتی فقیر اللہ رحمۃ اللہ علیہ متحدہ پنجاب کے اکثر جلیل القدر علماء کے استاد تھے۔ قیام پاکستان کے بعد یہ مدرسہ ساہی وال میں قائم ہوا تو تھوڑے ہی عرصہ میں اس کی شہرت اور عظمت کو چار چاند لگ گئے۔ دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ جدید علوم کی تعلیم کا بھی اس مدرسہ میں انتظام کیا گیا اب اس کے فاضل مدیر حضرت مولانا حبیب اللہ رشیدی کے زیر نگرانی ماہنامہ الرشید کی اشاعت شروع ہوئی ہے۔

خوبصورت کتابت، عمدہ ترتیب اور بلند پایہ مضامین پر مشتمل اس کا پہلا شمارہ ہمارے پیش نظر ہے اسی ذوق وشوق اور معیار کے ساتھ اس کی ترتیب اور کتابت وطباعت کا اہتمام جاری رہا تو انشاء اللہ یہ پرچہ ملک کے دینی مجلات وجرائد میں ممتاز حیثیت حاصل کرے گا۔ ہم فاضل مدیر حضرت مولانا حبیب اللہ رشیدی اور ان کے ذی صلاحیت واستعداد رفقاء کی خدمت میں اس کامیاب کوشش پر ہدیہ تبریک وتحسین پیش کرتے ہیں اور اپنے قارئین کی خدمت میں اس معلومات افزا دینی رسالہ کے مطالعہ اور اس کی خریداری کی پر زور اپیل کرتے ہیں۔

فی شمارہ ۸۵ پیسے ، سالانہ دس روپے

جملہ خط وکتابت مولانا فاضل حبیب اللہ رشیدی ناظم اعلیٰ جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے پتہ پر کی جائے۔

• ہفت روزہ ترجمان حق بنوں

مقام اشاعت :— دفتر ہفت روزہ ترجمان حق
نیلگراں منڈی۔ بنوں

مولانا قاری حضرت گل جمعیۃ علماء اسلام کے حلقہ میں ایک جانی پہچانی شخصیت ہیں ان کی زیر ادارت ترجمان حق کے نام سے بنوں سے ایک ہفت روزہ رسالہ شائع ہوا ہے۔ پرچہ بارہ صفحات پر مشتمل ہے اس کے شمارہ ۸ - ۹ کے صفحہ اوّل پر حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی مدظلہ کا پیغام شائع کیا گیا ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے اگر عام اہل اسلام اور خاص کر اہل علم طبقہ ان کی ہمت افزائی فرمائیں تو یہ ہفت روزہ بہت ہی جلد ملک وملت کی بہترین خدمت کے قابل ہو سکے گا۔

حضرت مولانا ہزاروی مدظلہ کے اس پیغام کی روشنی میں قارئین خدام الدین کو اس رسالے کی توسیع اشاعت میں بھرپور حصہ لینا چاہیے۔

فی پرچہ ۳۰ پیسے ، سالانہ پندرہ روپے

• ایک اہم دینی دعوت

تصنیف : مولانا ابوالحسن علی ندوی
ناشر : مکتبہ زکریا، شہزادی بلڈنگ شاہ عالم مارکیٹ لاہور
قیمت : ایک روپیہ۔

مولانا ابوالحسن علی ندوی کی شخصیت محتاج تعارف نہیں علمی اور ادبی حلقوں خصوصاً عرب دنیا میں ان کا بے حد احترام ہے اور انہیں عقیدت واحترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ مولانا علی میاں ایک جید عالم کہنہ مشق، انشاء پرداز اور اردو وعربی کے فاضل ہیں۔ جس طرح اردو ادب میں انہیں عظمت وفوقیت حاصل ہے عربی زبان پر بھی انہیں اسی طرح عبور ہے۔ وہ ایک مفکر اسلام کی حیثیت سے پوری دنیائے اسلام میں متعارف ہیں۔ ایک اہم دینی دعوت کے عنوان سے ان کی فکری ونظری کاوشوں کو معلوماتی کتابچے کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔

اس کتابچے میں امتوں کی تعلیم وتربیت سے لے کر مشاہدات وتاثرات تک کارآمد معلومات پیش کی گئی ہیں۔ مکتبہ زکریا نے اسے نہایت اچھے انداز میں آفسٹ پر شائع کیا ہے۔

• افادات قریشی

مرتبہ : اقبال احمد قریشی ایم ایس سی وزبدۃ الحکما حکیم قاضی عبدالمجتبیٰ المرشد۔
قیمت : دو روپے پچاس پیسے
مقام اشاعت : دفتر قومی صحت چوک چوبرجی لاہور

افادات قریشی ماہنامہ قومی صحت کا سالنامہ ہے۔

افادات قریشی حضرت شفاء الملک حکیم محمد حسن قریشی اور زبدۃ الحکماء حکیم آفتاب احمد قریشی ایم اے کے معمولات اور دستور العلاج کا مجموعہ ہے دور جدید میں جدید امراض نے طبی تحقیق کی ضرورت کو اور بڑھا دیا ہے اور اس دور میں وہی معالج کامیاب ہیں جو طبی تحقیق کے سلسلہ کو جاری رکھے ہوئے ہیں مطب کی کامیابی بھی طبی تحقیق سے وابستہ ہے۔

اطباء کو معالجات کے باب میں بڑی دشواریوں کا سامنا تھا۔ معالجات پر بڑی ضخیم کتابیں اور ہر علاج کے لیے کئی نسخہ جات درج ہیں۔ دور جدید میں مریض فوری شفایاب ہونے کا خواہشمند ہے اس لیے ضروری ہے کہ معالج کے پاس فوری اثر مجرب نسخے ہوں۔ افادات قریشی میں امراض راس، امراض حنجرہ، امراض ریہ، امراض قلب، دورہ جگر بیتہ طحال امراض اوعا مردوں کے خصوصی امراض، عورتوں کے خصوصی امراض، بچوں کے امراض نیز وبائی امراض کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے۔

افادات قریشی میں جدید امراض ورم زائدہ اعور خون کا بڑھا دباؤ (ہائی بلڈ پریشر) ذیابیطس (شوگر) تکلیس، ورم غدہ قدامیہ، البرجی، فرفرا، عظم قلب، عشی گردہ کی پتھری، دمہ قلبی عطاش، آتشک، سوزاک کے دیسی طب کے کامیاب معالجات تحریر کیے گئے ہیں۔ افادات قریشی کی زبان سادہ اور نسخے پر اثر ہیں معالجات میں غذا اور پرہیز کو بڑی اہمیت حاصل ہوتی ہے اس لیے اس پر سیر حاصل تبصرہ کیا گیا ہے۔

اطباء حضرات اور ان آئمہ مساجد کو جو دینی حلقوں میں طبابت بھی کرتے ہیں اس سے استفادہ کرنا چاہیے اس لیے قومی صحت رسالہ کے خریدار بن کر یہ کتاب مفت مل سکتی ہے۔

• فلسفہ اسلامی عقاید وعبادات

تصنیف : حافظ قاری فیوض الرحمان ایم اے
مولانا قاری محمد عارف ایم اے
شائع کردہ : پاکستان بک سنٹر ۳۸ اردو بازار لاہور

اسلام کے بنیادی عقائد ونظریات پر مشتمل سکولوں کالجوں خصوصاً بی اے کے طلباء کے لیے معلوماتی کتاب ہے جس میں وجود باری تعالیٰ، توحید خداوندی، ایمان بالتوحید کے فوائد، انبیاء ورسل پر ایمان، خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس۔ کلمہ، نماز روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ اسلام کے تمام بنیادی ارکان کے موضوع پر نہایت بچے تلے انداز میں لکھا گیا ہے۔ کتاب کی قیمت دو روپے ساٹھ پیسے ہے۔

گذشتہ شمارہ

ہفت روزہ خدام الدین کا گذشتہ شمارہ سیلاب کی وجہ سے ملک میں مواصلات کا نظام معطل ہونے کی بنا پر ملتوی کیا گیا یہ اشاعت دو شماروں پر مشتمل ہے قارئین اور ایجنٹ حضرات مطلع رہیں۔

(ادارہ)

بقیہ: خطبہ جمعہ

راستوں کے باطل و ناحق ہونے اور ان میں پیش آنے والی تباہی و ناکامی سے آگاہ کیا جائے۔ یعنی یَأمُرُونَ بِالمَعرُوفِ وَیَنهَونَ عَنِ المُنکَرِ کی پکار پر لبیک کہا جائے۔

جو شخص اور جو قوم و ملت کامیابی کی تلاش اور اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے ان تین شرائط اور تین اصولوں کی بجا آوری میں پوری اترے اسے بھی تحصیل مقصد کی ضمانت نہیں مل سکتی جب تک کہ وہ ایک آخری اور چوتھی شرط پوری کرنے کا یقین نہ دلائے اور خود کو اس کے لیے آمادہ نہ کرلے۔ قرآن کریم نے اس چوتھی شرط کا نام "تواصی بالصبر" رکھا ہے۔ یعنی ایمان و یقین، عمل و کردار اور حق گوئی و بے باکی کے کٹھن اور پر مصائب لیکن بالآخر خوشیوں سے واصل کرنے والے راستے کے مسافروں کو چاہیے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کو صبر کی تلقین اور وصیت کریں۔ جب سچی بات کہی جائے گی تو اہل کذب راستہ کا کانٹا بنیں گے۔ جب خدا کے دین کے برحق ہونے کا اعلان کیا جائے گا تو خدا کے باغی برافروختہ ہوں گے اور جب مظلوموں کی تائید و حمایت میں جور و ستم کے خلاف آواز بلند کی جائے گی تو ابلیسی قوتیں خوف اور لالچ کی تمام تدابیر اختیار کریں گی اور آوازہ حق کو دبانے کے لیے ظلم و استبداد کے تمام طریقے استعمال میں لائیں گی۔ ان حالات میں حق پر قائم رہنے اور باطل کے عزائم خاک میں ملا دینے کے لیے ایک ہی ہتھیار کارگر ثابت ہو سکتا ہے وہ ہے صبر۔ یعنی حق و صداقت کی راہ میں مصائب و مشکلات خندہ پیشانی سے برداشت کرنا اور باطل کے مقابلے میں ڈٹ جانا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر عمل کرنے کی توفیق دے۔

بقیہ: مولانا عبید اللہ سندھی رح

تو بیمار ہو گیا
اور اپنے انقلابی رفیق حضرت خلیفہ غلام محمد رح کے مرکز دین پور پہنچ گیا۔
رمضان کا پہلا روزہ تھا اور اگست ۴۴ء کی اکیس تاریخ
کہ تو اپنا انقلابی سفر پورا کر کے
اپنے مالک حقیقی سے جا ملا
اور اپنے انقلابی رفقاء کے ساتھ دین پور کے قبرستان میں ابدی نیند سو گیا۔
مگر تیری انقلابی روح بے چین ہے
تجھ سے عقیدت رکھنے والے کیوں غافل ہو گئے؟
تجھے کیوں بھول گئے؟
وہ کیوں کوئی اجتماعی حرکت نہیں کرتے؟
کب ہمارے بڑے لوگ اور عوام توجہ کریں گے
اور تیری روح کو سرخوش و شاداب کریں گے؟

بقیہ: مولانا عبد الحق کی تقریر

بجٹ پر بدترین اور بدنما داغ کا درجہ رکھتی ہے وہ یہ ہے کہ اسلامی تعلیم، دینی تربیت اور اسلامی اقدار کے فروغ پر کوئی کما حقہ توجہ نہیں دی گئی ہے۔ تعلیم کے طویل باب میں نہیں اسلام کی تعلیم اور تبلیغ کے لیے کوئی رقم مختص نظر نہیں آرہی۔ یہ ایک اہم ترین قومی اور نظریاتی ضرورت تھی۔ کہ بجٹ کا آدھا نہیں تو ایک تہائی حصہ اسلامی تعلیم کے لیے مختص ہونا ضروری تھا۔ بجٹ میں آرٹس کونسل جن کا کام رقص و سرود کی ترویج ہے کے لیے تو لاکھوں روپے رکھے گئے ہیں۔ عہد جاہلیت کے آثار کے لیے عجائب گھر ہیں۔ جن پر لاکھوں روپے لگائے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ بدھ مت کی تہذیبی آثار کے لیے بھی ہم نے ۲۲ لاکھ روپے رکھے ہیں۔ مگر اسلام کی غربت کا یہ عالم ہے کہ ملک کے اندر تبلیغ و تعلیم اسلام کا کما حقہ انتظام نہیں۔ تو بیرون ملک اسلام کی تبلیغ کا منصوبہ نہ ہونے کا گلہ ہم کس طرح کریں۔

فتنہ قادیانیت سرکاری ذرائع اور وسائل سے پھیل رہا ہے

یہاں ضمناً اس بات کا ذکر ضروری ہے کہ تبلیغ اسلام کے نام پر جو زرمبادلہ دیا بھی جا رہا ہے تو عموماً اس سے وہی فرقہ نوازا جاتا ہے جو مسلمانوں اور عالم اسلام کے چودہ سو سالہ عالمگیر اخوت اور اتحاد کے لیے ضرب کاری بنا ہوا ہے۔ پاکستان کا فتنۂ قادیانیت ہماری سرپرستی کی وجہ سے اور مالی وسائل کے ذریعہ دنیا میں پھیل رہا ہے جب کہ اس کی ستم کاریوں کی وجہ سے ہم آدھے ملک سے محروم ہو گئے اور اب آدھا ملک بھی ان کی زد میں ہے۔ ہم وثوق سے کہتے ہیں اور اس میں ملک کا مفاد ہے کہ قادیانیوں کے رشتے اسرائیل اور بھارت سے ملے ہوئے ہیں۔ میں نے یہ سوالات باقاعدہ اسمبلی میں داخل کیے تھے جنہیں مسترد کر دیا گیا۔ اقلیت قرار دینے کے بارے میں میری قرارداد کو خلاف ضابطہ قرار دیا گیا۔

ہمارے ملک کو جو معاشی بحران کا سامنا کرنا پڑا۔ مشرق و مغرب میں اقتصادی لحاظ سے نفرت بڑھ گئی اس میں اس منصوبہ بندی کا اہم حصہ تھا جس کا سربراہ ہم نے ایک مرزائی ایم ایم احمد کو بنایا اور آج بھی لوگ ہماری افواج تک پر قابض ہیں۔ الغرض کفر و ارتداد کے پھیلانے میں ہمارا سرمایہ اور وسائل تو خرچ ہو سکتے ہیں (یہاں قادیانیت کا مسئلہ زیر بحث آیا تھا) کہ سپیکر صاحب نے تقریر کا سلسلہ سختی سے منقطع کرا دیا اور حضرت شیخ الحدیث صاحب کو اپنی تقریر

تلاشِ گمشدہ

ایک لڑکا عمر بارہ سال گندمی سر چھوٹا، کان چھوٹے، منہ پتلا، نیچے کا ہونٹ قدرے موٹا ہے، ناف بڑی، دماغی توازن درست نہیں۔ پوچھنے پر صرف اپنا نام خالدی باپ کا نام آبا حاجی بھائیوں کے نام حنیفی بشی اور بالی بتا سکتا ہے مورخہ ۲۰ سے لاپتہ ہے جس صاحب کو علم ہو اس پتہ پر اطلاع دیکر مشکور فرمادیں۔
حافظ غلام قاسم فروٹ مرچنٹ صدر بازار میانوالی فون ۶۷

مدرسہ عربیہ دار العلوم مدنیہ رحیم ہڈ کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ

کی بنیاد شیخ التفسیر و حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحب درخواستی نے اپنے مبارک ہاتھوں سے رکھی ہے۔ اس میں کثیر التعداد مسافر طلبہ جن کی جملہ ضروریات زندگی کا مدرسہ کفیل ہے۔ موقوف علیہ دورۂ حدیث شریف تک زیر تعلیم ہیں ان کا سالانہ خرچ بارہ ہزار کے لگ بھگ ہے۔ قارئین خدام الدین سے التماس ہے کہ اس مدرسہ میں پاکیزہ مال کی زکوٰۃ اور صدقات درج ذیل پتہ پر بھیج کر دوہرا ثواب (ادائیگی زکوٰۃ و اشاعت علوم دینیہ) حاصل فرمادیں۔
(مولانا محمد مسعود مہتمم مدرسہ دار العلوم مدنیہ کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ)

بقیہ: سرور کائنات

چنانچہ آپ نے یہ کہہ کر خادم دینے سے انکار کر دیا کہ ان غلاموں اور کنیزوں کے عوض جو رقم وصول ہوگی وہ اصحاب صفہ کا حق ہے جسے وہ اپنی ذات پر صرف نہیں کر سکتے۔

مقصد یہ تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کو گھر کا کام اپنے ہاتھ سے کرنے میں تامل نہیں ہونا چاہیے۔ انہیں اس حقیقت کی عملی صورت معلوم ہونی چاہیے کہ دنیا "سجن المومنین" ہے جہاں انہیں ہر قسم کی سختیوں کا مقابلہ کرنا ہے اور پھر یہ خانہ داری ایک خاتون خانہ کی عبادت میں شامل ہے اس سے پہلو تہی کرنا مستحسن اقدام نہیں۔ اس سے خواتین کو محنت اور نفس کشی کا سبق ملتا ہے اور گھر کے کاموں کو بمنزلہ عبادت سمجھ کر ان میں دلچسپی لینے کا پہلو بھی ہے۔ ہماری خاتون جنت اپنے گھر کے کاموں میں محنت اور شدائد برداشت کرتی تھیں تو ہم ان کی خاک پا سے بھی کم تر کیا حقیقت رکھتی ہیں خدا کرے پاک بیبیاں ان کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کرنے

سالانہ جلسہ

مدرسہ عربیہ دار العلوم مدنیہ کوٹ ادو (مظفر گڑھ) کا سالانہ جلسہ ۲۸ راگست بروز منگل منعقد ہو رہا ہے۔ حافظ الحدیث والقرآن حضرت مولانا محمد عبد اللہ درخواستی

بچوں کا صفحہ

حافظ محمد ابوبکر صدر لائلپور

جہاد ○ عظیم اسلامی فریضہ

جہاد اسلام کی فطری ضرورت ہے۔ قرآن حکیم کا بغور مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت عیاں ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے جہاد کو مقصد حیات مسلم قرار دیا۔ علامہ اقبال نے اس شعر میں اس حقیقت کو واضح کیا ہے ؎

تا نخیزد بانگ حق از عالمے
گر مسلمانی نیاسائی دمے

یعنی جب تک ساری دنیا اسلام کے نور سے منوّر نہ ہو جائے مسلمان اس وقت تک ایک لمحے کے لیے بھی آرام سے اپنے اپنے گھروں میں نہیں بیٹھ سکتے۔

ظاہر ہے کہ دین حق کو ساری دنیا میں پھیلانے کے لیے سارے مسلمانوں کو جدو جہد کرنی لازمی ہے اس جدو جہد کو شریعت کی اصطلاح میں جہاد کہتے ہیں۔ جہاد زبان سے بھی ہوتا ہے اور قلم سے بھی، مال سے بھی ہوتا ہے اور تلوار سے بھی۔ جب کافرانہ نظام اسلامی نظام کے قیام میں رکاوٹیں پیدا کرتا ہے تو تلوار کا استعمال ناگزیر ہو جاتا ہے چنانچہ اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صاف لفظوں میں حکم دیا کہ "اے نبیؐ! کفار اور منافقوں کے ساتھ تلوار جہاد کیجیے اور ان پر خوب سختی کیجیے۔" سختی اس لیے کہ انہیں اچھی طرح یہ معلوم ہو جائے کہ مسلمان کوئی کمزور یا بزدل قوم نہیں ہے کہ جس کا دل چاہے انہیں اپنا محکوم بنا لے۔ ہاں یہ دوسری بات ہے اور اللہ اس سے یقیناً بری الذمہ ہے کہ خود مسلمان ہی کافروں کے دروازے پر بھیک مانگنے کے لیے جانا شروع کر دیں۔ اور ان سے بیزاری اور ان پر غلظت اور شدت اختیار کرنے کے بجائے ان سے موالات شروع کر دیں۔ ظاہر ہے کہ پھر اللہ کی نصرت بھی ان کے شامل حال نہیں ہو سکے گی۔

اسلامی عقیدہ

اسلامی عقیدہ یا اعتقاد کی ماہیت یہ ہے کہ وہ دراصل ایسا عقیدہ اور تصوّر ہے جس کا پودا انسان کے شعور اور ادراک میں اس وقت پھوٹتا ہے جب وہ عقیدہ اسلام کے رموز و حقائق کو براہ راست سرچشمۂ ربانی (قرآن مجید) سے اخذ کرتا ہے اور جب اس تصوّر اور اعتقاد کا نقش پوری طرح انسان کے ذہن پر قائم ہو جاتا ہے تو اسے اپنے رب کی حقیقت کا عرفان حاصل ہو جاتا ہے۔ اور جس دنیا میں وہ سانس لے رہا ہے اس کی خفی اور جلی حقیقتیں بھی اسی وقت اس پر واضح ہوتی ہیں اور جس زندگی کی بدولت وہ زندہ انسانوں میں شمار ہوتا ہے اور ان کے ساتھ مربوط ہوتا ہے اس کے پنہاں اور عیاں حقائق بھی اس پر روشن ہو جاتے ہیں۔ پھر اسی تصوّر کی بنیاد پر وہ تمام حقائق کے ساتھ اپنے معاملات کی نوعیت اور کیفیت متعین کرتا ہے وہ اپنے خالق کے ساتھ ایسا طرزِ عمل اختیار کرتا ہے جس میں اس کی عبودیت کے نور کا پرتو نظر آتا ہے۔ کائنات اور اس کے قوانین، ذی روح مخلوق، فردِ انسانی اور اس کے مختلف اداروں کے ساتھ وہ ایسا طریق کار اختیار کرتا ہے جس کی جڑیں اللہ کے دین سے پیوست ہوتی ہیں۔ اور اس تعلیم سے ماخوذ ہوتی ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے انسانوں تک پہنچی ہیں۔ اس طرح وہ اپنے پورے طرزِ زندگی کے اندر اللہ کی عبودیت اور بندگی کا اظہار کرتا ہے اور یوں اس کی زندگی کے تمام سرگرمیوں پہ اسی پاکیزہ روش کی مہر ثبت ہو جاتی ہے۔ اسی حقیقت کو اللہ نے یوں واضح کیا ہے کہ اے رسولؐ! آپ کہہ دیجیے کہ میری نماز ہیں، میرے مراسم مذہبی، میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ ہی کے لیے ہے جو ساری کائنات کا رب (خالق اور رازق اور مالک) ہے۔

غیر اللہ کی غلامی کی لعنت

اسلام کی فطرت کا اٹل تقاضا یہ ہے کہ وہ بنی نوع آدم کو غیر اللہ کی غلامی سے نکالنے کے لیے شروع ہی سے پیش قدمی کرتا ہے لہٰذا اس کے لیے جغرافیائی حدود کی پابندی ناممکن ہے اور نہ وہ نسلی حد بندیوں میں محصور ہو کر رہ سکتا ہے اور نہ وہ لسانی قیود گوارا کر سکتا ہے۔ اسلام اس بات کو برداشت نہیں کر سکتا کہ نوع انسانی غیر اللہ کی بندگی کی لعنت میں گرفتار رہے وہ بات اسلام کی ساخت اور اس کی ماہیت کے خلاف ہے کہ کوئی انسان انسانوں کو اپنا غلام بناتے اور وہ خاموشی کے ساتھ اس المناک منظر کو دیکھتا رہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں سمجھو کہ یہ بات ایک سچا مسلمان برداشت نہیں کر سکتا۔ کوئی انسان اللہ کی حاکمیت کی بجائے اپنی حاکمیت قائم کرے اور وہ حجرے میں بیٹھا ہوا مراقبہ کرتا رہے۔ یہ مراقبے، یہ مجاہدے، یہ ذکر و افکار، یہ نالہ ہائے نیم شبی، یہ اوراد اور یہ وظیفہ سب اسی لیے ہیں کہ مسلمان میں جہاد، اعلائے کلمۃ الحق کا جذبہ بیدار ہو سکے۔ اقبال مرحوم نے اسی نکتے کو یوں بیان کیا ہے ؎

یہ ذکرِ نیم شبی یہ مراقبے یہ سرور
تری خودی کے نگہباں نہیں تو کچھ بھی نہیں

غیر قرآنی مذاہب، مسالک اور طریقے تو اس بات کو جائز رکھ سکتے ہیں کہ اگر اسلام انہیں غیر اللہ کی عبادت اور اطاعت کی اجازت دے دے تو وہ اسلام کے خلاف کوئی جارحانہ اقدام نہ کریں۔ مگر اسلام نہ تو غیر مذاہب کے ساتھ یہ متعصبانہ روش اختیار کر سکتا ہے اور نہ ہی ان سے جنگ بندی کا معاہدہ کر سکتا ہے کیونکہ وہ تو آیا ہی اس لیے ہے کہ دنیا سے غیر اللہ کی حاکمیت کا خاتمہ کر دے۔ اور توحید خداوندی کا پرچم چار دانگ عالم میں لہرا دے۔

بقیہ ○ طبی معلومات

خرابی پیدا ہو جاتی ہے اس لیے جہاں نل کا پانی میسر نہ ہو پانی کو جوش دیکر پئیں اور پانی پینے میں زیادتی ہرگز نہ کریں۔

روزمرہ غذا میں کریلے، پیاز، گوشت، بیسن سے بنی ہوئی اشیاء کا استعمال کریں۔ دوسری دالوں سے ہر ممکن پرہیز کریں۔ دوپہر کے کھانے میں دسترخوان پر پیاز، لیموں، اچار، چٹنی، سرکہ ضرور ہونا چاہیے۔ اس موسم میں موٹے لباس کے بجائے باریک ململ کے کرتے یا قمیص پہننا چاہیے تاکہ بدن کو ہوا لگتی رہے۔ روزانہ یا دوسرے دن لباس تبدیل کرنا چاہیے۔ پاؤں میں جرابیں اور بوٹ پہننے کے بجائے ہوادار جوتے استعمال کرنے چاہئیں۔ رات کو کھلے آسمان یا بالکل بند کمرے کے بجائے ہوادار کمرے والان وغیرہ میں کھڑکیاں کھلی چھوڑ کر چھت کے نیچے سونا چاہیے۔

مندرجہ بالا امراض یا دوسرے عوارض کے سلسلے میں مزید کسی قسم کی طبی معلومات حاصل کرنے کے لیے شیراز دواخانہ اندرون شیرانوالہ دروازہ لاہور کے پتہ پر جوابی لفافہ لکھ کر قارئین کرام مستفیض ہو سکتے ہیں۔

(۱۵۹۶)

ادارہ خدام الدین لاہور کی ایک تاریخی پیشکش

داستانِ حیات شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

مدنی نمبر



تاریخ اشاعت
کا
انتظار فرمایئے

زیر ادارت
مجاہد الحسینی

حسب و نسب
تذکرۂ اسلاف

شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے خاندانی حالات اور اسلاف کے تذکرے

آسمان رشد و ہدایت کے درخشندہ ستارے

جنہوں نے گم کردہ راہ انسانوں کو صراطِ مستقیم پر گامزن کیا اور ظلمت کدۂ ہند میں زہد و تقویٰ، اور مجاہدہ و ریاضت کی شمعیں جلائیں۔

جمعیۃ خدام الاسلام حیدرآباد سندھ
کی قراردادیں

۱۲ جولائی - حیدرآباد - جمعیۃ خدام الاسلام کے ایک اجلاس میں مندرجہ ذیل قراردادیں منظور کی گئیں:-

۱- یہ اجلاس جمعیۃ علماء اسلام صوبہ سرحد کے امیر حضرت مولانا سید گل بادشاہؒ، مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ اور روحانی پیشوا حضرت مولانا پیر سید خورشید احمدؒ کی وفات پر گہرے رنج کا اظہار کرتا ہے۔ ان کی وفات کو عالم اسلام بالخصوص پاکستان کے ایک ناقابل تلافی نقصان قرار دیتا ہے۔ حضرت مولانا زاہد الحسینی کے صاحبزادے کی وفات پر کرب و الم کا اظہار کرتا ہے۔

۲- یہ اجلاس جمعیت کے محبوب طالب علم رہنما جناب جاوید ابراہیم پراچہ اور ان کے آٹھ ساتھی طلبہ اور جمعیۃ علمائے اسلام ضلع پشاور کے جنرل سیکرٹری جناب ڈاکٹر فدا حسین صاحب کی رہائی کا حکومت سے مطالبہ کرتا ہے۔

اجلاس کی صدارت حضرت مولانا عبدالمتین صاحب امیر جمعیۃ علماء اسلام حیدرآباد نے فرمائی۔ آپ نے مرحومین کی دینی و ملی خدمات پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور اجلاس کے اختتام پر مرحومین کے لیے دعائے مغفرت فرمائی۔

ضرورتِ مدرس

ایک مستند قابل، محنتی اور کم از کم تین سال کا تجربہ رکھنے والے قاری کی ضرورت ہے۔ حضرت مدنیؒ کے متعلقین میں سے ہونا ضروری ہے۔ خواہشمند حضرات درج ذیل پتہ پر رابطہ قائم کریں۔

محمد یعقوب خادم مدرسہ حنفیہ اشرف العلوم ہرنولی تحصیل و ضلع میانوالی
4604

یومِ امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ

لاہور ۹ اگست - بزم بخاری پاکستان کے زیر اہتمام ۲۱ اگست بروز منگل یوم امیر شریعت کے موقع پر حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں بعد نماز عشاء برکت علی اسلامیہ ہال (بیرون موچی دروازہ لاہور) میں ایک جلسۂ عام منعقد ہو رہا ہے۔ جس میں مولانا غلام غوث ہزاروی، مولانا عبدالحکیم، مولانا عبدالحی عابد، سید مظفر علی شمسی اور دوسرے مشاہیر حضرت امیر شریعت علیہ الرحمۃ کو خراج عقیدت پیش کریں گے اور ایڈیٹر ہفت روزہ خدام الدین مولانا مجاہد الحسینی شاہ جیؒ کی زندگی پر مقالہ پڑھیں گے۔ مرزا غلام نبی جانباز اپنا کلام سنائیں گے۔